عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

قیمت ۱۰ روپے

جلد:۳۵ | ۳ تا ۹ ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ جنوری ۲۰۱۶ء | شمارہ:۳

حضرت علامہ
شبیر احمد عثمانیؒ

دعوتِ اسلام کا مؤثر طریقہ

مرتد و زندیق کے شرعی احکام

گھر کا سربراہ کون؟
مرد یا عورت

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

Email: editorkn@yahoo.com

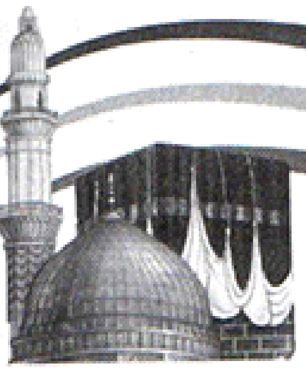

آپ کے مسائل

مولانا اعجاز مصطفیٰ

گمراہ شخص سے عقیدت رکھنا جائز نہیں

س:...... مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص جو خود تو نمازی ہے، داڑھی بھی رکھی ہوئی ہے اور خود کو علماء دیوبند کے متعلقین میں شمار کرتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ میرے بیٹے کی شادی میں اس کے گھر کے دیکھنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مع خلفائے راشدین تشریف لائے تھے، نیز کہتے ہیں کہ میرے سارے بچے مختلف روحانی ڈیوٹیوں پر مامور ہیں اور ان کا خیال ہے کہ مکہ اور مدینہ شریف میں جو لوگ مر جاتے ہیں وہ شیطان ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس دفعہ حج میں شہید ہونے والے لوگوں کے متعلق کہا کہ: ''لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ جو وہاں مرے یہ اچھے لوگ ہیں، حالانکہ سب شیطان تھے۔'' میرے بچوں نے بھی بہت سے شیطان مارے۔ مختلف اوقات میں ان کے بچوں اور بیوی کو خواب میں ہدایات ملتی رہتی ہیں۔ نعوذ باللہ! (واضح رہے کہ ان کے بچے دنیاوی تعلیم کے حامل اور پابند شرع نہیں ہیں، بیٹیاں اور بیوی باپردہ نہیں ہیں)۔

اب سوال یہ ہے کہ اس شخص کے متعلق اسلام کی تعلیمات کیا ہیں؟ ایسے شخص کی مجلس میں شرکت کرنا کیسا ہے؟ (فرقان سعید، کراچی)

ج:...... سوال میں درج تفصیل جس شخص کے متعلق ہے، اگر یہ تفصیل حقیقت و صداقت پر مبنی ہے تو ایسے نظریات کا حامل شخص گمراہ اور ملحد ہے، مسلمانوں کے لئے ان سے کسی قسم کی عقیدت و محبت کا تعلق رکھنا جائز نہیں۔ ان سے خود بچنا اور دوسرے سادہ لوح مسلمانوں کو ان سے بچانا ضروری ہے تاکہ بچے مسلمان کسی گمراہی کے شکار نہ ہوں۔

اولاد میں کسی کو محروم کرنا جائز نہیں

س:...... میری عمر ۶۲ سال ہے، چلنے پھرنے سے معذور ہوں، روزگار کا کوئی معقول انتظام نہیں ہے، تین بیٹوں کو اعلیٰ تعلیم دلوا کر ان کی شادیاں کر چکا ہوں، ایک بیٹا عمر ۲۲ سال جو عملی زندگی میں ابھی داخل ہوا ہے اور ایک بیٹی جو کالج میں پڑھ رہی ہے، میرے زیر کفالت ہیں۔ آپ سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں کہ میرا ایک ذاتی مکان ہے جسے بیچ کر آدھی رقم کا مکان خریدنا چاہتا ہوں اور باقی رقم سے اپنے علاج اور دیگر اخراجات کے لئے رکھنا چاہتا ہوں۔ کیا اس مرحلے پر مجھے اپنے سارے بچوں کو شرعی اعتبار سے ان کا وراثت کا حصہ دینا لازم ہے؟ یا ایسی کوئی صورت ہے کہ میں اپنے تین شادی شدہ بیٹوں کو اپنی خوشی سے چھوٹی چھوٹی رقم دے سکتا ہوں اور کیا میری زندگی میں مجھ پر بچوں کی وراثت دینا فرض تو نہیں ہے اور میں اپنے لئے اپنے بیٹے کے لئے اور غیر شادی شدہ بیٹی کے لئے تمام رقم استعمال کر سکتا ہوں۔ اس کی شرعی حیثیت کچھ ہوگی یا نہیں؟ جب کہ میرے بڑے داماد نے جو کہ مالی حیثیت میں بہت مضبوط ہے مجھے اور میرے بیٹے کو دھمکی دی ہے کہ اگر آپ نے اپنا مکان بیچا تو آپ کو میری بیوی کا حصہ دینا پڑے گا۔ دوسری صورت میں اس نے ہمیں خطرناک نتائج بھگتنے کی دھمکی بھی دی ہے۔ برائے کرم میری معاونت و راہنمائی فرمائیے بے حد مشکور ہوں گا۔

ج:...... سائل کے سوال میں درج تفصیل کے مطابق اپنی جائیداد سے دوسرا مکان خریدنا اور کچھ رقم سے اپنا علاج معالجہ کرانا شرعاً جائز ہے، اس طرح کرنے میں کوئی حرج نہیں، باقی وراثت کی تقسیم زندگی میں نہیں ہوتی بلکہ انتقال کے بعد ہوتی ہے، لہٰذا سائل پر اپنی زندگی میں اولاد کو حصہ بنام حق وراثت دینا لازم اور ضروری نہیں اور نہ ہی اولاد کے لئے پُر اصرار طور پر اس کا مطالبہ کرنا درست ہے، لہٰذا سائل کے داماد کا ان سے اپنی بیوی کے لئے حق وراثت کے نام پر حصہ کا مطالبہ کرنا اور اس کے لئے سسر (یعنی سائل) کو ڈرانا دھمکانا کسی طرح جائز نہیں، البتہ اگر کبھی سائل مذکورہ مکان کی قیمت اولاد میں تقسیم کرنا چاہے تو ان پر لازم ہوگا کہ وہ ساری زندہ اولاد کو حصہ دے دیں، اولاد میں سے کسی کو حصہ دینا اور کسی کو محروم کرنا جائز نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ
ختمِ نبوۃ
مجلس

جلد: ۳۵ ۴تا۱۰ ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۶تا۲۲ جنوری ۲۰۱۶ء شمارہ: ۳

مجلسِ ادارت
مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا قاضی احسان احمد

سرپرست
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مدیرِ اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیرِ اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

بیاد
امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

اس شمارے میں!

مسلمان امن وسلامتی کا علمبردار ہے!	۴	ادارہ
دعوت اسلام کا موثر طریقہ	۶	مولانا سید محمد واضح رشید حسنی
گھر کا سربراہ کون... مرد یا عورت؟	۸	محمد قمر الزماں ندوی
حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ	۱۱	مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
وقت اور احساس ذمہ داری	۱۵	حسین الرحمٰن
مرتد و زندیق کے شرعی احکام	۱۶	مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
سیرت النبی ﷺ پروگرامز حیدرآباد ۲۰۱۶ء	۲۲	رپورٹ: امین مشتاق احمد
جاوید احمد غامدی... سیاق وسباق کے آئینہ میں (۱۷)	۲۳	حضرت مولانا فضل محمد مدظلہ

زرِ تعاون
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid, Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35.Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

مسلمان امن وامان کا علمبردار ہے

قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا خطاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہٖ الذین اصطفیٰ

۳۴ ویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحت منعقد ہوئی، جس میں ملک بھر سے تمام مکتبہ فکر کے جید علماء کرام، شیوخ الحدیث، مشائخ عظام شریک ہوئے، آخری نشست کا آخری خطاب ملت اسلامیہ کے عظیم قائد، جمعیت علماء اسلام کے امیر، قائد ابن قائد حضرت مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم العالیہ کا ہوا جسے مولانا عزیز الرحمٰن ثانی نے قلم بند کیا۔ موجودہ حالات کے تناظر میں حضرت کا یہ خطاب، امت مسلمہ کے لئے ایک پالیسی ساز اور عظیم راہنمائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ افادۂ عام کی غرض سے اسے بطور اداریہ ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے۔ (ادارہ)

حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا:

جناب صدر محترم! برادر مکرم! حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد صاحب اور برادر مکرم حضرت مولانا عزیز احمد صاحب، اکابر علماء کرام، بزرگان ملت، میرے دوستو اور بھائیو! عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا یہ سالانہ اجتماع جس میں شرکت میرا معمول رہا ہے میں اس پلیٹ فارم کا ایک ادنیٰ کارکن اور خادم ہوں اور اس طرح کے اجتماع میں اپنی شرکت کو اپنے لئے سعادت سمجھتا ہوں۔ یہ بات اپنی جگہ پر کہ حضرت خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کا سایہ ہمارے سروں پر نہیں رہا اور آج شدت سے اس بات کا بھی احساس ہے کہ حضرت مولانا عبدالمجید صاحبؒ اس اجتماع میں موجود نہیں ہیں۔ ہمارے ان تمام بزرگوں اور اس سلسلے کے تمام اکابرین کو اللہ اپنی جوار رحمت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور ان کی جو تحریک ہے جس عقیدے کو انہوں نے فروغ دیا ہے اور عقیدہ ختم نبوت کے لئے انہوں نے اپنی زندگی میں جو انسانیت کو اور امت مسلمہ کو شعور عطاء کیا ہے ایسے اکابر کا دنیا سے جانے کے باوجود مشن زندہ رہتا ہے۔ تحریک زندہ رہتی ہے اور ان کی خدمات لازوال ہوا کرتی ہیں۔ آج کا اجتماع میں دیکھ رہا ہوں ماشاءاللہ! ایک تاریخ ساز اجتماع ہے اور ہمارے اکابرین اپنی قبروں میں سکون اور اطمینان محسوس کر رہے ہوں گے کہ ہم نے وہ عقیدہ بحفاظت اپنی نئی نسلوں کو منتقل کر دیا ہے۔

میرے محترم دوستو! آج پوری امت مسلمہ پر کڑا وقت ہے۔ ہمارے ملک میں مدارس کو شکوہ ہے، اہل مدارس کو شکوہ ہے، مسجدوں اور خانقاہوں سے تعلق رکھنے والوں کو شکوہ ہے، دین سے اپنی مضبوط وابستگی رکھنے والوں کو شکوہ ہے کہ ہمیں اس مضبوط وابستگی کی سزا دی جارہی ہے۔ ہم نماز نہ پڑھتے، ہم مسجد سے ناطہ توڑ دیتے، ہم علماء سے تعلق توڑ دیتے، ہم مدارس سے فیض حاصل کرنے کا سلسلہ ختم کر دیتے، ہمارے سروں پر پگڑی نہ ہوتی، ہمارے چہروں پر داڑھی کی زینت نہ ہوتی تو آج ہم بھی سکون کی زندگی گزار رہے ہوتے۔ آج ہم سے بھی امریکہ راضی رہتا۔ آج ہم سے بھی مغرب راضی رہتا۔ آج پاکستان کا سیکولر طبقہ ہمیں گلے لگاتا۔ آج ہماری بیوروکریسی بھی ہم سے محبت کرتی۔ آج ہماری اسٹیبلشمنٹ بھی ہمیں سینوں سے لگاتی۔ لیکن...... مجھے اطمینان ہے اس بات پر کہ ہم نے امریکہ اور یورپ کی رضامندی کی بجائے اپنے رب کی رضامندی کو ترجیح دی ہے۔ امریکہ اور یورپ، ان کی پیروی، ابدی زندگی میں ہمیں کیا دے سکتی ہے اس کو بھی سوچنا چاہئے۔ ہم نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ ہمیں ابدی زندگی میں رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب ہو جائے اور ہم اس کے حقدار بن جائیں، تو یہ کوئی تاوان کا سودا نہیں ہے اور یہ ایسا وقت نہیں ہے کہ آقائے دو عالم ﷺ نے ہمیں اس دور کے بارے میں بتایا نہ ہو۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک زمانہ آئے گا کہ تم پچھلی قوموں کی پیروی قدم بہ قدم بالشت بہ بالشت اس طرح کرو گے کہ اگر وہ کوہ کی غار میں بھی جائیں گے تو تم ان کا پیچھا کرو گے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم یہود

ونصاریٰ کی پیروی کریں گے؟ فرمایا: اور کون کرے گا؟ آج وہ دور آ گیا ہے کہ جب ہم اپنے حکمرانوں کو دیکھتے ہیں، اپنے سیاستدانوں کو دیکھتے ہیں، اپنے بیوروکریٹس کو دیکھتے ہیں، اپنے وڈیروں کو دیکھتے ہیں، اپنے جاگیرداروں، اپنے خوانین کو دیکھتے ہیں، جب وہ ان کی پیروی کرنے کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں اور ہم اور آپ اس پیروی کو اپنے لئے باعث ننگ سمجھتے ہیں اور اگر ہم پیروی نہ کریں تو ہم انتہاء پسند ہیں، پھر ہم شدت پسند ہیں، پھر ہم دہشت گرد ہیں، پھر ہمارے مدارس دہشت گردی کے مراکز ہیں۔

میرے محترم دوستو! یہ ابتلاء کا دور ہے، نبی اور جعلی نبوت کا دعویٰ مرزائے قادیان نے کیا تو نیا حکم یہی دیا تھا کہ اب جہاد کا حکم ختم ہو گیا ہے اور آج بھی دنیا میں یہی تحریک چل رہی ہے۔ عالمی میڈیا ہو یا ہماری میڈیا، کہ جہاد کے تصور کو دہشت گردی میں تبدیل کر کے ایک شرعی فریضے کو جرم قرار دیا جائے۔ ایک آدمی اگر نماز غلط پڑھتا ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نماز کی فرضیت کا انکار کر دیں؟ ایک آدمی اگر روزہ غلط رکھتا ہے تو کیا ہم روزے کی فرضیت کا انکار کر دیں گے؟ ایک آدمی اگر زکوۃ غلط ادا کرتا ہے تو کیا زکوۃ کی فرضیت کا انکار کیا جا سکتا ہے؟ کوئی آدمی غلط حج کرتا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ حج کی فرضیت کا انکار کر دیا جائے؟ اگر کوئی جہاد کو غلط مفہوم دیتا ہے، جہاد کا ایک غلط کردار سامنے آتا ہے اس کا یہ معنی تو نہیں ہے کہ آپ جہاد کی فرضیت کا انکار کر دیں۔ آج اگر پورے ملک کے مدارس، تمام مکتب فکر کے مدارس، پورے ملک کے علماء کرام طول وعرض میں پھیلے ہوئے لاکھوں کروڑوں علماء اور طلباء، مدارس کا ایک پھیلا ہوا جال، تمام کے تمام بیک آواز تمام مذہبی جماعتیں اور ان کے سیاسی ادارے بیک آواز پاکستان کے قوانین کے ساتھ پاکستان کے آئین کے ساتھ اور اس کے دائرے میں جدوجہد پہ یقین رکھتے ہیں۔ لیکن اگر سو میں دو آدمیوں نے غیر شرعی طریقے سے یا غلط انداز میں بندوق اٹھائی ہے تو ہم نے پورا اسلام دو آدمیوں کے نام الاٹ کر دیا ہے اور یہ لاکھوں کروڑوں علماء اور مذہبی طبقہ ان کے اسلام کی تعبیر ان کو دنیا سننے کے لئے بھی تیار نہیں ہے۔ پورا ملک ہے اس کے طول وعرض میں علماء پھیلے ہوئے ہیں اور الحمدللہ! ہمارے حلقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ علمی رہنمائی میں خدا کا فضل وکرم ہے ہمارے اوپر کہ ہم خود کفیل ہیں۔ اس میدان میں کوئی ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس محاذ پر ہم کام کر رہے ہیں۔ لیکن یہ مشکل صرف ہماری نہیں ہے، یہ مشکل پوری امت مسلمہ کی ہے۔ افغانستان میں جائیں دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر کیا حشر کر دیا۔ پورے ملک کو تباہ وبرباد کر دیا۔ عراق کو تباہ وبرباد کر دیا۔ لیبیا کو برباد کر دیا۔ الجزائر اور تیونس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ آج شام میں خانہ جنگی، یمن میں خانہ جنگی اور پورا سعودی عرب اور حرمین اس وقت خطرے میں ہے۔ آج پوری امت مسلمہ کہاں کھڑی ہے؟ کیا امت مسلمہ کے حکمرانوں نے کبھی اس پالیسی کو بھی چھیڑا ہے یا نہیں۔ کبھی اس حوالے سے بھی ہم نے سوچا ہے یا نہیں۔ ہر شخص اپنی عافیت اسی میں سمجھتا ہے کہ امریکہ بہادر سے ہماری وابستگی اور تعلق میں کوئی فرق نہ آئے اور صورتحال یہ ہے کہ آج برطانیہ کا سابق وزیراعظم علی الاعلان کہتا ہے کہ عراق پر ہمارا حملہ اس پر میں شرمندہ ہوں۔ میں نے خود سعودی عرب میں اعلیٰ پائے کے لوگوں کو اپنے کانوں سے سنا ہے جو کہتے ہیں کہ عراق جنگ میں ہم نے بہت نقصان اٹھایا ہے۔ ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ میں نے کہا اب کیا فائدہ؟ اگلے مستقبل کے لئے ہمیں سوچنا ہو گا۔ ہمارا آنے والا مستقبل کیا ہے۔ آپ حضرات کوئی زیادہ ناواقف نہیں ہیں کہ آپ کا مستقبل کن کو حوالے کرنے کی طرف کہا جا رہا ہے۔ اپنے وفاداروں کے سپرد کرنے جا رہے ہیں۔ آپ کا مستقبل جو اس ملک کے لوگ ہیں جو اس ملک سے وفاداری کا حلف اٹھا چکے ہیں، جو اپنے وطن عزیز کے چپے چپے کے وفادار ہیں اور پورے یقین واطمینان کے ساتھ کہتا ہوں اور جنرل راحیل شریف کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ خدا پاکستان پر کڑا وقت نہ لائے۔ اس محاذ پر یہ داڑھی، پگڑی والا نوجوان آپ کے شانہ بشانہ ہو گا۔ ایک سیکولر اور ننگے، پاکستان کا علمبردار پتہ نہیں یہودیوں کے لئے دم دبا کر بھاگیں گے۔ آپ کے شانہ بشانہ نہیں کھڑے ہوں گے۔

میرے محترم دوستو! تو دیکھو، یہ حقائق ہیں پاکستان کے تحفظ اس کی سرزمین کا تحفظ، اس کی جغرافیائی حدود کا تحفظ، اس کے لئے یہی نوجوان آپ کو مستقبل میں نظر آئیں گے جن پر آپ تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ جن کو آج آپ اس وطن کے مستقبل کا مالک بنانا چاہتے ہیں، جن بیرونی ایجنٹوں کو قوم کا آنے والے حکمران کا خواب دیکھ رہے ہیں اگر ملک پر کڑا وقت آیا تو یہ آپ کے دشمنوں کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ آپ کے شانہ بشانہ نہ ہوں گے۔ اپنی سوچ میں تبدیلی لاؤ، اپنے تجربے میں تبدیلی لاؤ۔ سب حقائق کو جانتے ہیں۔ سب صورتحال سے ہم آگاہ ہیں۔

اور میرے محترم دوستو! سمجھ لو کہ تاریخ کا تسلسل نہیں ٹوٹا۔ فرنگی کے دور کے ایجنٹ جنہوں نے ختم نبوت کے قلعے میں نقب زنی کی اور عقیدۂ ختم نبوت کے تصور کو خاکستر کرنے کی کوشش کی، جہاد کا تصور ختم کرنے کی کوشش کی، میرے اکابرین کو تحریک آزادی کے دوران بھی دہشت گرد کہا گیا، انتہاء پسند کہا گیا۔ آج بھی وہ نظریہ کسی نہ کسی شکل میں زندہ وتابندہ ہے اور جب انگریز دور کا یہ فتنہ کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے تو پھر میرے اکابر کی جلائی ہوئی شمع اور چراغ آج بھی کسی نہ کسی شکل میں زندہ ہے۔ اپنی روشنی پھیلا رہا ہے اور وہ تحریک آج بھی زندہ ہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ! زندہ رہے گی۔ صرف دارومدار ہے میرے بھائیو سنو، علماء کرام اور طلباء عظام اور اس وقت کے نوجوانو! سنو، ذرا دارومدار آپ کی اعصابی قوت پر ہے۔ آپ ڈٹ گئے تو کوئی آپ کو غلام نہیں بنا سکتا اور آپ ڈر گئے تو پھر غلامی آپ کا مقدر ہے۔ مذہب کا خاتمہ ہو رہا ہے۔ ہم تو اس میدان میں ہیں۔ میں تو آپ کے پاس ان گلی کوچوں سے آتا ہوں جن غلام گردشوں میں ہمیں سنایا جاتا ہے مولوی صاحب اچھے بھلے آدمی ہو سب چیز جانتے سمجھتے ہو یہ کیا مذہب کا پلو پکڑا ہوا ہے۔ اپنے مذہب کو اپنی سیاست سے الگ کرو۔ تم

(باقی صفحہ ۲۰ پر ملاحظہ فرمائیں)

دعوتِ اسلام کا موثر طریقہ

تحریر: مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی
ترجمہ: محمد وثیق ندوی

اسلام کا تعارف اور اس کی اشاعت، اسلام اور اس کی تعلیمات کے بارے میں پھیلائے گئے شکوک وشبہات کا ازالہ، زمانہ کی ذہنیت اور اس کے مزاج اور ماحول کو سامنے رکھتے ہوئے عصری اسلوب میں اسلام کے اصول ومبادی اور تعلیمات کی توضیح وتشریح اور موجودہ دور میں اس کی صلاحیت اور ضرورت کو ثابت کرنا موجودہ وقت میں اشاعت اسلام کی ترجیحات میں سے ہے، چنانچہ مسلم علماء اور مفکرین نے اس یلغار پر توجہ کی، علمی موضوعات پر اسلامی نقطۂ نظر سے عصری اسلوب میں تصنیف و تالیف کا کام شروع کیا، اس کے لئے مستقل علمی و تحقیقی مراکز اور نشر واشاعت اور طباعت کے ادارے قائم کئے، فکر اسلامی اور دعوت اسلامی کا کام کرنے والوں نے اسلام پر ہونے والے حملوں کا جواب دینے اور اسلام کے خلاف کی جانے والی سازشوں کو سمجھنے اور عصری تقاضوں اور جدید مسائل کے بارے میں اسلامی افکار ونظریات پیش کرنے کے لئے تحریر و کتاب، صحافت، ریڈیو، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ اور دوسرے جدید وسائل (ٹویٹر، فیس بک، یوٹیوب، واٹس ایپ) سے استفادہ کر رہے ہیں اور مذکورہ بالا اسلامی موضوعات پر مغربی مورخین اور اہل قلم نے جو اعتراضات اور شکوک وشبہات پیدا کئے ہیں، ان کو رد کیا جارہا ہے، ان دعوتی اور علمی کوششوں کے نتیجہ میں مسلمانوں میں بیداری کی لہر دوڑ گئی، غیر مسلموں میں اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا رجحان پیدا ہوا، اس علمی تحریک سے دشمنان اسلام کی ایک بڑی تعداد نے اسلام کو قبول کرلیا اور اسلام اور اس کی تعلیمات کے متعلق شکوک وشبہات رکھنے والوں کا ذہن صاف ہوگیا اور انہیں اسلام کے متعلق شرح صدر ہوگیا۔

مشرقی ومغربی یورپ کی طاقتوں نے جب مسلمانوں میں اس بیداری اور اسلامی ودینی تحریکوں تنظیموں کی سرگرمیوں کو دیکھا تو ان کو خطرہ محسوس ہوا کہ مسلمان عالمی طاقتوں (امریکی بلاک اور روسی بلاک) کے متبادل کے طور پر تیسری طاقت کی شکل میں ابھر رہے ہیں، یہیں سے یورپ میں اسلامی بیداری کے خلاف منصوبہ بندی شروع ہوگئی اور اس بیداری کے آثار کو ایسے رجحانات میں تبدیل کردیا گیا جو ظاہر میں تو اسلامی ہیں، لیکن حقیقت میں اسلام مخالف ہیں اور مسلمانوں میں باہمی ٹکراؤ اور انتشار کا سبب بن رہے ہیں، اسلامی بیداری کے رخ کو بدلنے میں اس بات کا بڑا دخل رہا کہ بعض نام نہاد قائدین اور عمل اسلامی کے میدان میں کام کرنے والوں نے مقاصد کے حصول کے لئے مغربی تنظیموں اور تحریکوں کے طریقۂ کار کی نقالی کی اور اسی کو کامیابی کی ضمانت سمجھ بیٹھے۔

یورپ نے موہوم اسلامی خطرہ کے خلاف مہم چھیڑ دی اور یہ پروپیگنڈا کیا کہ اسلام دونوں عالمی نظاموں کے لئے خطرہ ہے اور پھر ذرائع ابلاغ نے اس خطرہ کو ''اسلاموفوبیا'' کے نام سے پوری دنیا میں عام کردیا کہ یہ موجودہ تہذیب کے لئے ایک بڑا خطرہ ہے، اس میں علمی کتب خانوں، بحث وتحقیق کے اداروں اور علمی وفکری مراکز کا بڑا حصہ ہے، ان اداروں نے پوری دنیا میں اسلاموفوبیا (اسلام سے خوف کی ذہنیت) کو عام کردیا، دوسری طرف یورپی تحریکوں اور تنظیموں نے اس خوف کو حقیقت ثابت کرنے کے لئے عالم اسلام میں انقلابات اور ٹکراؤ پیدا کرنے کی سازشیں کیں، متشدد عناصر کی مدد کی تاکہ وہ ایسی کارروائیاں انجام دیں جو اس خوف کو اور مضبوط کردیں، اس کے لئے خود مسلمانوں میں جھگڑے اور اختلافات پیدا کئے جارہے ہیں، اسلام مخالف افکار ونظریات کو فروغ دیا جارہا ہے اور متشددین کو ہر طرح کے وسائل مہیا کئے جارہے ہیں تاکہ ان کی حرکتوں سے یہ ثابت ہوجائے کہ اسلام تشدد کا مذہب ہے۔

اس صورت حال میں صحیح اسلامی فکر کے حامل قائدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ صحیح اسلام کی ترجمانی کریں اور جو لوگ اسلام کی راہ سے ہٹے ہوئے ہیں ان کی راہنمائی کریں۔ سیرت نبوی، صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین جنہوں نے مختلف زمانوں میں اسلام کا دفاع کیا ان کے طریقہ کار کی روشنی میں اسلام کی تشریح وتوضیح کریں اور عملی طور پر اسلامی تعلیمات کی نمائندگی کریں، اس کے لئے ایسے صالح لٹریچر کی ضرورت ہے جو اسلام کو موثر اور مطمئن کرنے والے انداز میں پیش کرے اور دین بیزار ملحدانہ افکار کا مدلل اور اطمینان بخش جواب دیں۔

اکثر یورپی اور ہندو، اسلام کی دعوت دینے کے بعد ہی اسلام قبول کرتے ہیں، وہ مسلمانوں پر عائد ہونے والے فرائض وحقوق کو بغور سنتے ہیں، اس لئے جب وہ عملی میدان میں مسلمانوں کی اجتماعی زندگی، ان کے اخلاق و کردار، فکری جمود، اقتصادی استحصال، طبقہ واریت، مذہبی، فکری، قبائلی اختلافات کو دیکھتے ہیں تو حیران و پریشان ہو جاتے ہیں۔

مسلم معاشرہ کا یہ شعبہ علماء، ربانیین، مصلحین اور اسلام کی دعوت کے میدان میں کام کرنے والوں کی فکر و توجہ کا طالب ہے، کیونکہ عملی تطبیق کے بغیر صرف فلسفے اور نظریے امت کی قیادت نہیں کر سکتے اور محض علمی موشگافیاں اور علمی تحقیقات خواہ کتنی ہی قیمتی اور وقیع کیوں نہ ہوں کسی قوم وملت کی تعمیر نہیں کر سکتے اور نہ ہی کسی ملک کو دشمن کے خطرے سے محفوظ اور مامون رکھ سکتے ہیں۔

اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کے ذریعہ اسلام لانے والوں کی اچھی خاصی تعداد نے اس کی شکایت کی ہے کہ جب ان لوگوں نے مسلم معاشرہ میں قدم رکھا تو انہوں نے مسلمانوں کی زندگی کو اسلامی تعلیمات کے بالکل برعکس پایا، بلکہ اسلام کی دعوت دینے والوں کی زندگی کو اس سے مختلف پایا تو ان پر بڑی مایوسی طاری ہوئی۔

یہ صورت حال سرگرم عملی اسلامی تحریکات اور ان کے قائدین پر منطبق ہوتی ہے، مسلمان دوسرے لوگوں میں تو اسلامی تعلیمات اور اس کے اصول و حقائق کی دعوت دیتے ہیں، لیکن اپنی زندگی میں اسلامی احکام اور اسلامی تعلیمات سے اپنے دامن کو جھاڑ لیا ہے، آج ہم لوگوں کو ایسے امور کی دعوت دیتے ہیں جس کے ہم خود پابند نہیں ہیں، ہماری زندگی اسلامی تعلیمات سے دور ہے۔ اس لئے کہ اسلامی عمل اور سیاسی سرگرمی پر توجہ مرکوز کر دینا بھی بھی اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے میں کوتاہی کا سبب بنتی ہے، یہ دیکھا جارہا ہے کہ عمل اسلامی کے میدان میں کام کرنے والوں کی زندگی اسلامی تعلیمات سے جو نہیں کھاتی اور یہی چیز اسلام سے دوری کا سبب بن رہی ہے۔

یہ تعارض اسی وقت ختم ہو سکتا ہے جب علماء اور داعی، مسلم معاشرہ کی اصلاح کی طرف خصوصی توجہ دیں، قول وعمل میں مطابقت پیدا کریں اور مسلمانوں کے داخلی امراض کا اس طرح علاج کریں کہ ان کے اور غیروں میں کوئی فرق باقی نہ رہے۔

لہٰذا اسلام کی اشاعت وتعارف اور دعوت میں جو کوششیں کی جاری ہیں وہ اس وقت تک ثمرآور نہیں ہو سکتیں جب تک ان کے ساتھ اسلام کو عملی طور پر زندگی میں برتنے کی کوشش نہ کی جائے، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ اس طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مسلمانوں کی عموماً اور دعوت اسلام کے میدان میں کام کرنے والوں کی خصوصاً یہ ذمہ داری ہے کہ ممکنہ حد تک مثالی اسلامی زندگی وکردار کو پیش کریں، کیونکہ عملی دعوت دیگر ذرائع کے مقابلہ میں زیادہ موثر اور کارگر ہوتی ہے، اسلامی سیرت و کردار اور اخلاق کو دیکھ کر دوسروں میں اسلام کا احترام پیدا ہوتا ہے اور اسلام سے واقفیت کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور وہ جاننا چاہتے ہیں کہ ان میں اس ممتاز رنگ کا سرچشمہ کیا ہے، اس کے نتیجہ میں وہ قرآن مجید، سیرت نبوی اور شریعت اسلامیہ کا مطالعہ کرتے ہیں، لیکن ایک عرصہ سے مسلمان اس ممتاز سیرت و کردار کی نمائندگی سے کوسوں دور ہو گئے ہیں، خاص طور سے مغرب کی مادی تہذیب وکلچر کے اثر سے غیروں کے اخلاق و عادات اختیار کر لئے ہیں۔'' ☆☆☆

اندرونی اختلافات اور نفسانیت

تاریخ اسلام کا سب سے بڑا المیہ نفسانیت کا وہ کھیل ہے جو ہمیشہ اپنا تماشہ دکھاتا رہا، ہم نے کبھی اپنے دشمنوں سے شکست نہیں کھائی، تاریخ عالم اور تاریخ اسلام پر نظر رکھنے والے ایک طالب علم کی یہ بات سن لیجئے اور اس کو اپنے دلوں اور دماغوں میں امانت رکھ لیجئے کہ ہم نے کبھی اپنے دشمنوں سے شکست نہیں کھائی ہے، ہم نے اپنے اندرونی اختلافات سے شکست کھائی ہے، اسی نفسانیت کی بدولت ہم نے سلطنتیں کھوئی ہیں، ہمارے ملکوں کے چراغ گل ہو گئے ہیں اور اسلام بعض اوقات پورے پورے ملکوں سے خارج کر دیا گیا ہے، اس کی میں صرف ایک مثال دوں گا، وہ مثال اسپین کی ہے۔ اسپین سے اسلام کو نکالنے والی سب سے بڑی طاقت نفسانیت اور باہمی خانہ جنگی تھی۔

میں اسے تسلیم نہیں کرتا کہ تنہا عیسائی طاقت نے اندلس سے اسلام اور مسلمانوں کو نکالا اور اس کا چراغ گل کر دیا، اس میں بہت کچھ دخل تھا شامی عربوں، حجازیوں اور یمنی عربوں کی باہمی آویزش اور داخلی نزاعات کا جو عرصہ سے چل رہے تھے۔ یمنی اور حجازی، ربیعہ اور مضر کی باہمی جنگ سے یہ نوبت آئی کہ اسلام اسپین سے آخری طور پر نکال دیا گیا اور یہ ملک اقبال کے الفاظ میں ''اذانوں سے محروم ہو گیا۔'' برصغیر ہند میں مغلوں کا شیرازہ بکھرنے والی، مسلمانوں کو اقتدار سے محروم کر دینے والی اور ان کی طاقت کا چراغ گل کر دینے والی چیز یہی نفسانیت تھی۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

گھر کا سربراہ کون... مرد یا عورت؟

محمد قمر الزماں ندوی

اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ ہر اجتماعی نظام کے لئے عقلاً اور عرفاً یہ ضروری ہے کہ اس کا کوئی سربراہ، حاکم یا امیر ہو کہ اختلاف و نزاع اور باہمی کشمکش کے وقت اس کے فیصلے سے کام چل سکے، اسی طرح عائلی نظام میں جس کو عرف میں خانہ داری کہا جاتا ہے، اس میں بھی ایک امیر اور سربراہ کی ضرورت ہے، عورتوں اور بچوں کے مقابلے میں اسلام کے لئے حق سبحانہ و تعالیٰ نے مردوں کو منتخب فرمایا ہے کہ ان کی علمی اور عملی قوتیں اور صلاحیت بہ نسبت عورتوں اور بچوں کے زیادہ ہیں اور یہ ایسا معاملہ ہے کہ کوئی حقیقت پسند اس کا انکار نہیں کرسکتا۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں ایک موقع پر بطور خاص مرد اور عورت کے درجہ کی تعیین کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

''اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِھِمْ۔''

(النساء:۳۴)

ترجمہ: ''مرد، عورت کے نگراں اور حاکم ہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک صنف (قوی) کو دوسری صنف (ضعیف) پر بڑائی دی ہے کہ مرد، عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔''

اس آیت مبارکہ میں مرد کو عورت پر قوام بنایا گیا ہے۔ عربی زبان میں قوام اس کو کہتے ہیں جو کسی کی حمایت، حفاظت اور کفالت کا ذمہ دار بن کر کھڑا ہو اور جو شخص ان امور کی ذمہ داری لے گا، تسلط اور حکومت اس کے لئے ضروری اور لازم ہے۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اس آیت کے مالہ و ماعلیہ کے تحت فرماتے ہیں:

''خلاصہ یہ ہے کہ سورۂ بقرہ کی آیت میں ''وَلِلرِّجَالِ عَلَیْھِنَّ دَرَجَۃٌ'' (۲۲۸) فرما کر اور سورۂ نساء کی آیت متذکرہ میں ''اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ'' فرما کر یہ بتلا دیا گیا کہ اگرچہ عورتوں کے حقوق مردوں پر ایسے ہی لازم و واجب ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر ہیں اور دونوں کے حقوق باہم مماثل ہیں، لیکن ایک چیز میں مردوں کو امتیاز حاصل ہے کہ وہ حاکم ہیں اور قرآن کریم کی دوسری آیات میں یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ یہ حکومت جو مردوں کی عورتوں پر ہے محض آمریت اور استبداد کی حکومت نہیں بلکہ حاکم یعنی مرد بھی قانون شرع اور مشورہ کا پابند ہے، محض اپنی طبیعت کے تقاضے سے کوئی کام نہیں کرسکتا، اس کو حکم دیا گیا کہ: ''عاشروھن بالمعروف'' (۱۹/۵) کی تعلیم ہے جس میں اس کی ہدایت کی گئی ہے کہ امور خانہ داری میں بیوی کے مشورہ سے کام کریں، اس تفصیل کے بعد مرد کی حاکمیت عورت کے لئے رنج کا سبب نہیں ہوسکتی، چونکہ یہ احتمال تھا کہ مردوں کی اس فضیلت اور اپنی محکومیت سے عورتوں پر کوئی ناخوشگوار اثر ہو، اس لئے حق تعالیٰ نے اس جگہ صرف حکم بتلانے اور جاری کرنے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ خود ہی اس کا حکم اور وجہ بھی بتلا دی، ایک وہبی: جس میں کسی کے عمل کا دخل نہیں، دوسرے کسبی: جو عمل کا اثر ہے۔ پہلی وجہ یہ ارشاد فرمائی: ''بما فضل اللہ بعضھم علی بعض'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں خاص حکمت و مصلحت کے تحت ایک کو دوسرے پر بڑائی دی ہے، کسی کو افضل کسی کو مفضول بنایا ہے، جیسے ایک خاص گھر کو اللہ تعالیٰ نے اپنا بیت اللہ اور قبلہ قرار دے دیا، بیت المقدس کو خاص فضیلت دے دی، اسی طرح مردوں کی حاکمیت بھی ایک خداداد فضیلت ہے، جس میں مردوں کی سعی و عمل یا عورتوں کی کوتاہی و بے عملی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ دوسری وجہ کسبی اور اختیاری ہے کہ مرد اپنا مال عورتوں پر خرچ کرتے ہیں، مہر ادا کرتے ہیں اور ان کی تمام ضروریات کی ذمہ داری اٹھاتے ہیں۔ ان دو وجہ سے مردوں کو عورتوں پر حاکم بنایا گیا۔''

(معارف القرآن:۲/۳۹۶،۳۹۷)

آگے ایک خاص نکتہ اور حکمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحبؒ لکھتے ہیں:

’’پہلی وجہ کے بیان میں مختصر طریقہ یہ تھا کہ رجال اور النساء کی طرف ضمیریں عائد کرکے ’’فضلھم علیھن‘‘ فرمادیا جاتا، مگر قرآن کریم نے عنوان بدل کر ’’بعضھم علی بعض‘‘ کے الفاظ اختیار کئے، اس میں یہ حکمت ہے کہ عورتوں اور مردوں کو ایک دوسرے کا بعض اور جزو قرار دے کر اس طرف اشارہ دیا کہ اگر کسی چیز میں مردوں کی فوقیت اور افضلیت ثابت بھی ہوجائے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے انسان کا سر اس کے ہاتھ سے افضل ہے یا انسان کا دل اس کے معدہ سے افضل ہے تو جس طرح سر کا ہاتھ سے افضل ہونا، ہاتھ کے مقام اور اہمیت کو کم نہیں کرتا اسی طرح مرد کا حاکم ہونا عورت کے درجہ کو نہیں گھٹاتا، کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے لئے مثل اعضاء واجزاء کے ہیں، مرد سر ہے تو عورت بدن اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس عنوان سے اس طرف بھی اشارہ کردیا گیا ہے کہ یہ افضلیت جو مردوں کو عورتوں پر حاصل ہے، یہ جنس اور مجموعہ کے اعتبار سے ہے، جہاں تک افراد کا تعلق ہے تو بہت ممکن ہے کہ کوئی عورت کمالات علمی وعملی میں کسی مرد سے بڑھ جائے اور صفت حاکمیت میں بھی مرد سے فائق ہوجائے۔

دوسری وجہ اختیاری جو بیان کی گئی ہے کہ مرد اپنے مال عورتوں پر خرچ کرتے ہیں، اس میں بھی چند امور کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے، مثلاً ایک تو اس شبہ کا ازالہ ہے جو آیات میراث میں مردوں کا حصہ دوہرا اور عورتوں کا اکہرا ہونے سے پیدا ہوگیا ہے، کیونکہ اس آیت نے اس کی بھی ایک وجہ بتلائی کہ مالی ذمہ داریاں تمام تر مردوں پر ہیں، عورتوں کا حال تو یہ ہے کہ شادی سے پہلے ان کے تمام مصارف کی ذمہ داری باپ پر ہے اور شادی کے بعد شوہر پر، اس لئے اگر غور کیا جائے تو مردوں کا دوہرا حصہ دینا اس کو کچھ زیادہ دینا نہیں ہے، وہ پھر لوٹ کر عورتوں ہی کو پہنچ جاتا ہے۔ دوسرا اشارہ ایک اہم اصول زندگی کے متعلق یہ بھی ہے کہ عورت اپنی خلقت اور فطرت کے اعتبار سے نہ اس کی متحمل ہے کہ اپنے مصارف خود کما کر پیدا کرے، نہ اس کے حالات اس کے لئے سازگار ہیں کہ وہ محنت، مزدوری اور دوسرے ذرائع کسب میں مردوں کی طرح دفتروں اور بازاروں میں پھرا کرے۔ اس لئے حق تعالیٰ نے اس کی پوری ذمہ داری مردوں پر ڈال دی، شادی سے پہلے باپ اس کا متکفل ہے اور شادی کے بعد شوہر۔ اس کے بالمقابل نسل بڑھانے کا ذریعہ عورت کو بنایا گیا ہے۔ بچوں کی اور امور خانہ داری کی ذمہ داری بھی اس پر ڈال دی گئی ہے، جب کہ مرد ان امور کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ اس لئے یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ عورت کو اپنے نفقات میں مرد کا محتاج کرکے اس کا رتبہ کم کردیا گیا ہے، بلکہ تقسیم کار کے اصول پر ڈیوٹیاں تقسیم کردی گئی ہیں، ہاں! ڈیوٹیوں کے درمیاں جو باہم تفاضل ہوا کرتا ہے وہ یہ یہاں بھی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان دونوں وجہوں کے ذریعہ بتلادیا گیا ہے کہ مردوں کی حاکمیت سے نہ عورتوں کا کوئی درجہ کم ہوتا ہے اور نہ ان کی اس میں کوئی منفعت ہے، بلکہ اس کا فائدہ بھی عورتوں ہی کی طرف عائد ہوتا ہے۔‘‘

(معارف القرآن، ج۲، ص۳۹۸،۳۹۹)

الغرض شریعت اسلامی میں مرد کو عورت کے مقابلہ میں یہ جو مقام ملا ہے، اس کی اللہ تعالیٰ نے دو وجہیں بیان فرمائیں، ایک وہبی خداداد اور دوسری کسبی اختیاری، وہبی اور فطری یہ کہ: ’’اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر بڑائی دی‘‘ بعض مردوں کو جسمانی وعقلی قوتیں عورت سے زائد اور بہتر عطا فرمائیں، جس کے نتیجہ میں مرد علمی وعملی، کمالات میں عورت سے فائق ہوا اور ظاہر ہے کہ علمی وعملی کمالات ہی پر ترقی درجات کا انحصار ہے۔

کسبی اور اختیاری یہ کہ مرد حکم خداوندی کی تعمیل میں عورتوں کو مہر، خوراک اور پوشاک وغیرہ مہیا کرتے ہیں اور ان کی تمام خانگی ومعاشی ضروریات کے کفیل ہیں، اگر مرد ایسا نہ کرتے تب بھی وہ فطرت کے تقاضوں کے مطابق عورتوں کے نگراں اور ان کے حاکم ہی رہتے۔

بہرحال ان وہبی وجوہ فضیلت کی بنا پر اسلام نے مردوں کو عورتوں کی ذمہ داری، نگرانی اور سرداری کے مقام پر فائز فرمایا۔

مولانا زین العابدین سجاد میرٹھیؒ مرد اور عورت کے باہم تقسیم کار کے حوالے سے لکھتے ہیں:

’’گھر کے مختصر سے معاشرہ میں بھی مرد کو ریاست کا درجہ عطا فرمایا، کسب معاش کا بوجھ اس کے کاندھوں پر ڈالا اور خاندان کی صلاح وفلاح

اوران کی حفاظت وحمایت کی ذمہ داری اس کے سپرد کی اور ملک وملت کی وسیع سوسائٹی میں بھی دشمنوں سے حفاظت، تدبیر، امورمملکت اور عمومی نظم ونسق کی گراں بار ذمہ داریاں مردوں کے سپرد کیں، چنانچہ جس طرح امامت کبریٰ (نبوت) اور امامت صغریٰ (نماز کی امامت) مردوں سے متعلق رہی ہیں، اسی طرح خلافت و امارت اور قضا کے فرائض بھی مردوں ہی کے سپرد کئے گئے ہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: ''ولھذا کانت النبوۃ یختصہ بالرجال و کذلک الملک الاعظم بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم: لن یفلح قوم ولوا امورھم امراۃ۔'' (رواہ البخاری) ''وکذا منصب القضا وغیر ذلک'' اوراسی وجوہ سے نبوت مردوں کے ساتھ مخصوص رہی ہے اوراسی طرح خلافت وامارت، کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''وہ قوم ہرگز فلاح نہ پائے گی جس نے اپنے امورمملکت عورتوں کے سپرد کردیے۔'' (بخاری) اوراسی طرح قضاء وغیرہ کے مناصب بھی مردوں سے متعلق رہے ہیں۔ (ابن کثیرؒ)

سورۂ نساء کی مذکورہ آیت سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ عورت کی سربراہی ازروئے شریعت درست نہیں ہے اور عورت کی سربراہی کے خلاف قرآن کریم کی یہ نص، نص قطعی کے درجہ میں ہے، جس کی تائید صحیح بخاری کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''وہ قوم ہرگز فلاح یاب نہیں ہوگی جس نے اپنے امور ایک عورت کے سپرد کردیے۔''

بعض حضرات حضرت عائشہؓ کی جنگ جمل میں شرکت اور گروپ کی قیادت سے خواتین کے لئے سیاسی اور عسکری قیادت کا جواز ثابت کرتے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جنگ جمل میں شرکت قائد فوج کی حیثیت سے نہیں تھی اور نہ سپاہی کی حیثیت سے وہ شریک ہوئی تھیں۔ حضرت عائشہؓ کا مقصد محض قتل عثمان کے قصاص کا مطالبہ تھا، اس کے علاوہ اکثر صحابہ کرامؓ اور دوسری ازواج مطہرات کو حضرت عائشہؓ کے اس اقدام سے اتفاق بھی نہیں تھا اور خود ام المومنین حضرت عائشہؓ کو بھی اپنی اس اجتہادی غلطی کا احساس ہوگیا تھا اور اس مہم میں شرکت پر آپ کو پچھتاوا تھا، اس لئے حضرت عائشہؓ کے اس عمل سے عورت کے لئے حکومت وسیاسی قیادت کا جواز فراہم کرنا محض حقیقت کا منہ چڑانا ہے۔

(بشکریہ ماہنامہ ''الفاروق'' کراچی، ربیع الاول ۱۴۳۷ھ)

عدالت کا فیصلہ اور وقت کا فیصلہ

عدالت کا اختیار ایک طاقت ہے اور وہ انصاف اور ناانصافی دونوں کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے، منصف گورنمنٹ کے ہاتھ وہ عدل اور حق کا سب سے بہتر ذریعہ ہے، لیکن جابر ومستبد حکومتوں کے لئے اس سے بڑھ کر انتقام اور ناانصافی کا کوئی آلہ بھی نہیں۔

تاریخ عالم کی سب سے بڑی ناانصافی میدان جنگ کے بعد عدالت کے ایوانوں میں ہوئی ہیں۔ دنیا کے مقدس بانیان مذہب سے لے کر سائنس کے محققین وموجدین تک کوئی پاک اور حق پسند جماعت نہیں ہے، جو مجرموں کی طرح عدالت کے سامنے کھڑی نہ کی گئی ہو، بلاشبہ زمانے کے انقلاب سے عہد قدیم کی بہت سی برائیاں مٹ گئیں، میں تسلیم کرتا ہوں کہ اب دنیا میں دوسری صدی عیسوی کی خوفناک رومی عدالتیں وجود نہیں رکھتیں، لیکن میں یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ جو جذبات ان عدالتوں میں کام کرتے تھے، ان سے بھی ہمارے زمانے کو نجات مل گئی ہے، وہ عمارتیں ضرور گرادی گئیں جن کے اندر خوفناک اسرار بند تھے، لیکن ان دلوں کو کون بدل سکتا ہے جو انسانی خودغرضی اور ناانصافی کے خوفناک رازوں کو دفینہ ہیں۔

عدالتوں کی ناانصافیوں کی فہرست بڑی ہی طولانی ہے، تاریخ آج تک اس کے ماتم سے فارغ نہ ہوسکی، ہم اس میں حضرت مسیح علیہ السلام جیسے پاک انسان کو دیکھتے ہیں جو اپنے عہد کی اجنبی عدالت کے سامنے چوروں کے ساتھ کھڑے کئے گئے، ہم کو اس میں سقراط نظر آتا ہے، جس کو صرف اس لئے زہر کا پیالہ پینا پڑا کہ وہ اپنے ملک کا سب سے زیادہ سچا انسان تھا۔ ہمارے حصے میں مجرموں کا کٹہرا ہے، تمہارے حصے میں وہ مجسٹریٹ کی کرسی، میں تسلیم کرتا ہوں کہ اس کام کے لئے وہ کرسی بھی اتنی ہی ضروری ہے، جس طرح یہ کٹہرا، ہمیں جلد از جلد یہاں آنے دو اور تم بھی جلد از جلد فیصلے لکھتے رہو، ابھی کچھ دنوں تک یہ جاری رہے گا، یہاں تک کہ ایک دوسری عدالت کا دروازہ کھل جائے گا، یہ خدا کے قانون کی عدالت ہوگی، وقت اس کا جج ہوگا، وہ فیصلہ لکھے گا اور اسی کا آخری فیصلہ ہوگا۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، شیخ الحدیث و نائب رئیس جامعہ دارالعلوم کراچی

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے علمی دُنیا کا کون سا فرد ناواقف ہوگا؟ قیامِ پاکستان کے لئے اُن کی گراں قدر خدمات ناقابلِ فراموش ہیں اور انہی خدمات کی وجہ سے جناب قائد اعظم محمد علی جناح صاحب مرحوم نے پاکستان کا جھنڈا پہلی بار خود لہرانے کے بجائے علامہ عثمانیؒ کو منتخب کیا اور اُنہی کے ہاتھوں سے مغربی پاکستان میں سبز ہلالی پرچم لہرایا گیا۔ علامہ عثمانیؒ کی شخصیت اُپنے علم و فضل، وَرع و تقویٰ، تقریری و تحریری اور سیاسی خدمات کے لحاظ سے بلاشبہ ایک ایسی شخصیت تھی جس کی نظیریں ہر زمانے کی تاریخ میں گنی چنی ہوتی ہیں، اللہ نے اُن کی زبان و قلم سے نہ صرف دین اور علومِ دین کی عظیم الشان خدمتیں لیں بلکہ تعمیر پاکستان کے سلسلہ میں وہ کارہائے نمایاں اَنجام دلوائے جنہیں چھپانے اور مٹانے کی ہزار کوششوں کے باوجود فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ آپ پاکستان کے اُن مخلص معماروں میں سے تھے جنہیں بانیانِ ملک میں صف اوّل کا مقام حاصل رہا لیکن قوم نے اُنہیں بہت جلد بھلا دیا، اُنہوں نے اُمت پر عظیم اِحسانات کئے، وہ جتنے ناقابلِ فراموش تھے افسوس ہے کہ آج وہ اتنے ہی پردۂ خفا میں چلے گئے، سقوطِ مشرقی پاکستان کے بعد سے بعض لوگ یہ پروپیگنڈا کرنے میں مصروف رہے کہ اِس حادثے سے نظریۂ پاکستان غلط ثابت ہوگیا ہے، بعض حضرات نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ علامہ عثمانیؒ نے قیامِ پاکستان کے لئے جو جدوجہد کی تھی ۱۹۷۱ء کے بعد اُس کا تذکرہ قابلِ تعریف اَنداز میں نہیں کرنا چاہیے اور اس جدوجہد سے شیخ الاسلامؒ کی کوئی منقبت ثابت نہیں ہوتی، لیکن یہ بات اُس منفعلی ذہنیت کی پیداوار ہے جو یہ سمجھتی ہے کہ باطل کے ہاتھ میں تلوار آجائے تو وہ حق بن جاتا ہے، اِنصاف کی نظر سے دیکھنے کے بعد یہ واضح ہوجاتا ہے کہ سقوطِ مشرقی پاکستان کا اَصل سبب نظریۂ پاکستان نہیں بلکہ اُس نظریہ کے حاملین کی بدعملی تھی، اگر کسی سچے نظریے کے علمبردار اُپنی کامیابی کے بعد بدعملی میں مبتلا ہوکر شکست کھا جائیں تو اس سے اس نظریے کو غلط ٹھہرانا ایسا ہی ہے جیسے مسلمانوں کے موجودہ زوال سے متاثر ہوکر (معاذ اللہ) اِسلام ہی سے بدظن ہوجانا۔

میرے وَالد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ نے جن اَکابر کی صحبت اُٹھائی اور جن سے آخر وقت تک خصوصی تعلق رہا، اُن میں شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ حضرت وَالد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہدایہ کا کچھ حصہ اور صحیح مسلم حضرت علامہؒ ہی سے پڑھی تھی اور جب علامہؒ ڈابھیل میں صحیح بخاری کا درس دیتے تھے تو ایک مرتبہ بیماری کی بنا پر تدریس سے معذور ہوگئے۔ اُس موقع پر حضرت علامہؒ نے اُپنی جگہ صحیح بخاری کا درس دینے کے لئے حضرت وَالد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو نامزد فرمایا۔ حضرت وَالد صاحبؒ اُس وقت دارُ العلوم دیوبند سے مستعفی ہوچکے تھے۔ حضرت علامہؒ کی فرمائش پر ڈابھیل تشریف لے گئے اور چند ماہ وہاں علامہؒ کی جگہ صحیح بخاری کا دَرس دیا۔

پھر جب قیامِ پاکستان کے لئے علامہ عثمانیؒ نے ملک گیر جدوجہد شروع کی اور اس غرض کے لئے جمعیت علماء اِسلام کا قیام عمل میں آیا تو حضرت وَالد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس پوری جدوجہد میں علامہؒ کے دست و بازو بنے رہے اور اس غرض کے لئے ملک کے طول و عرض میں دورے کئے۔ متعدد مقامات پر جہاں علامہ عثمانیؒ تشریف نہیں لے جاسکتے تھے، حضرت وَالد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اُپنی جگہ بھیجا اور سرحد ریفرنڈم کے موقع پر پورے صوبہ سرحد کا دورہ کرتے ہوئے وَالد صاحبؒ کو اُپنے ساتھ رکھا۔

پاکستان بننے کے بعد یہاں اِسلامی دستور کی جدوجہد کا آغاز ہوا تو علامہ عثمانیؒ ہی کی دعوت پر حضرت وَالد صاحبؒ پاکستان تشریف لائے۔ انہی کی ہدایت پر تعلیماتِ اِسلامی بورڈ میں شامل ہوئے جو اِسلامی دستور کا خاکہ مرتب کرنے کے لئے بنایا گیا تھا، پھر علامہؒ کی وفات تک ہر اہم معاملہ میں اُن کے شریک کار رہے اور حضرت علامہؒ کی نمازِ جنازہ پڑھانے کی سعادت بھی آپ ہی کو حاصل ہوئی۔

چوں کہ علامہ عثمانیؒ پاکستان کے صفِ اوّل کے معماروں میں شامل تھے، اس لئے قائد اعظم اور نواب زادہ لیاقت علی خان مرحوم تقسیم ملک کے وقت آپ کو اُپنے ساتھ پاکستان لے آئے تھے اور مغربی پاکستان

میں پاکستان کا پرچم سب سے پہلے علامہؒ ہی نے لہرایا۔

اگر آپ چاہتے تو یہاں اپنے لئے بہت کچھ دُنیوی ساز و سامان اور عہدہ و منصب حاصل کر سکتے تھے، لیکن علامہؒ نے آخر وقت تک درویشانہ زندگی گزاری۔ اپنے لئے کوئی ایک مکان بھی حاصل نہ کیا، بلکہ وفات کے وقت تک دو مستعار لئے کمروں میں مقیم رہے اور اُسی حالت میں دُنیا سے تشریف لے گئے کہ نہ آپ کا کوئی بینک بیلنس تھا، نہ ذاتی مکان تھا، نہ ساز و سامان۔

۱۹۴۸ء میں جب حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پاکستان تشریف لائے تو روزانہ شام کے وقت علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جانے کا معمول تھا۔ راقم الحروف اُس وقت بہت کم سن تھا اور اکثر والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت علامہؒ کی خدمت میں چلا جایا کرتا تھا۔ اُس زمانے میں کراچی میں کوئی معیاری علمی مرکز نہیں تھا کوئی علمی کتب خانہ بھی نہ تھا۔ لہٰذا جب کسی علمی مسئلہ کی تحقیق مقصود ہوتی تو علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت والد صاحبؒ کے پاس تشریف لے آتے کیوں کہ والد صاحبؒ اپنے ساتھ اپنی ذاتی کتابوں کا ذخیرہ لے کر آئے تھے۔ چناں چہ ہمارے مکان پر علمی و فقہی مجالس رہتیں اور علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ضعف و علالت کے باوجود علمی پیاس بجھانے کے لئے تین منزلہ مکان کی سیڑھیاں طے کر کے پہنچ جایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے علامہ عثمانیؒ کو تحریر و تقریر دونوں کا منفرد ملکہ عنایت فرمایا تھا۔ خاص طور سے آپ کی خطابت انتہائی مؤثر اور دل نشین ہوتی تھی اور آپ مختلف جملوں کے ذریعہ اپنی بات دِلوں میں اُتار دیتے تھے۔ حضرت والد صاحبؒ سے سنے ہوئے علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے چند جملے اس وقت یاد آگئے:

۱۔ فرمایا کہ: حق بات اگر حق نیت سے اور حق طریقہ سے کہی جائے تو کبھی رائیگاں نہیں جاتی، اس کا کچھ اثر ضرور ہوتا ہے۔ بات جب بھی بے اثر ہوگی تو یا تو وہ خود حق بات نہ ہوگی یا بات حق ہوگی مگر کہنے والے کی نیت حق نہ ہوگی یا بات بھی حق ہوگی، نیت بھی حق ہوگی لیکن کہنے کا طریقہ صحیح نہیں ہوگا لیکن اگر یہ تینوں شرائط موجود ہوں تو بات کے غیر مؤثر ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں۔

۲۔ فرمایا کہ: دُنیا کی جنت یہ ہے کہ زوجین ایک ہوں اور نیک۔

۳۔ علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کے رُکن تھے اور وہاں شب و روز اسلامی دستور کے سلسلہ میں دُوسرے ارکان سے بحث و مباحثہ رہتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت علامہؒ کی کسی تجویز پر غالباً (سابق گورنر جنرل) غلام محمد صاحب نے یہ طعنہ دیا کہ:

"مولانا! یہ اُمورِ مملکت ہیں، علماء کو ان باتوں کی کیا خبر؟ لہٰذا ان معاملات میں علماء کو دخل اندازی نہ کرنی چاہیے۔"

اُس موقع پر علامہؒ نے جو تقریر فرمائی اُس کا ایک بلیغ جملہ یہ تھا:

"ہمارے اور آپ کے درمیان صرف اے، بی، سی، ڈی کے پردے حائل ہیں، ان مصنوعی پردوں کو اُٹھا کر دیکھیے تو پتہ چلے کہ علم کس کے پاس ہے اور جاہل کون ہے؟"

۴۔ بعض لوگوں کو اسلامی دستور یا اسلامی قانون کا تصور آتے ہی خطرہ دامن گیر ہو جاتا ہے کہ اسلامی دستور و قانون کے نفاذ سے ملک میں تھیوکریسی قائم ہو جائے گی۔ ایک مرتبہ اسی قسم کا کوئی معاملہ اسمبلی میں زیر بحث تھا، اُس موقع پر حضرت علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

"آپ کو مُلّا سے یہ خطرہ ہے کہ وہ کہیں اقتدار پر قابض نہ ہو جائے، لیکن خوب اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ مُلّا کا ایسا کوئی ارادہ نہیں، مُلّا اقتدار پر قبضہ کرنا نہیں چاہتا، البتہ اصحاب اقتدار کو تھوڑا سا مُلّا ضرور بنانا چاہتا ہے۔"

علماء کی اصل پالیسی شروع سے یہ تھی کہ الیکشن میں حصہ لیں نہ اقتدار میں آئیں اور اگر اربابِ اقتدار اسلامی دستور و قانون کے نفاذ کے سلسلے میں ملک بھر کے علماء کا مطالبہ تسلیم کر لیتے تو کسی اہل علم کو الیکشن کی سیاست میں حصہ لینے کی ضرورت نہ تھی، لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہوا اور اس کے بعد بعض علماء کرام مجبور ہو کر الیکشن کی سیاست میں داخل ہو گئے۔

۵۔ وطن کے سلسلہ میں علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ارشاد حضرت والد صاحبؒ بکثرت نقل فرماتے تھے اور اُسے اپنے "سفرنامہ دیوبند و تھانہ بھون" میں بھی تحریر فرمایا ہے:

"یاد آیا کہ میرے اُستاذِ محترم اور برادرِ مکرم شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز وطن پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ہر شخص کے تین وطن ہیں۔ ایک جسمانی، دُوسرا ایمانی اور تیسرا رُوحانی۔ وطنِ جسمانی وہ جگہ ہے جہاں وہ پیدا ہوا۔ وطنِ ایمانی مؤمن کا مدینہ طیبہ ہے، جہاں سے اُس کو نورِ ایمان ملا اور وطنِ رُوحانی جنت ہے، جہاں عالمِ اَرواح میں اُس کا اصلی مستقر تھا اور پھر اکر پھر وہیں جانا ہے۔"

(نقوش و تاثرات ص:۵)

۶۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: حضرت علامہ عثمانی نور اللہ مرقدہٗ علم و فضل کے پہاڑ تھے اور اللہ تعالیٰ نے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ بانی دارالعلوم دیوبند کو جو علوم وہبی عطا فرمائے تھے، خاص

طور سے فلسفہ اور کلام اور حکمت دین کے بارے میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو جو دقیق معارف عطا ہوئے تھے، وہ اچھے اچھے علماء کی سمجھ میں نہیں آتے، لیکن علماء دیوبند کی جماعت میں دو بزرگ ایسے ہیں جنہوں نے حکمت قاسمی کی شرح و توضیح اور اسے اقرب الی الفہم بنانے میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ ایک حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ اور دوسرے مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمیؒ۔

۷۔ حضرت والد صاحبؒ نے ہی سنایا کہ: جب حضرت عثمانی قدس سرہٗ نے "صحیح مسلم" پر اپنی شہرۂ آفاق شرح "فتح الملہم" تالیف فرمائی تو اس کا مسودہ حرمین شریفین لے کر گئے تھے، وہاں روضۂ اقدس کے سامنے بیٹھ کر اس کی ورق گردانی کی اور پھر روضۂ اقدس پر بھی اور حرم مکہ میں ملتزم پر بھی مسودہ سر پر رکھ کر دعا کی تھی کہ:

"یہ مسودہ احقر نے بے سروسامانی کے عالم میں مرتب کیا ہے، یا اللہ! اس کو قبول فرمالیجیے اور اس کی اشاعت کا انتظام فرمادیجیے۔"

اس کے بعد جب حرمین شریفین سے واپس آئے تو نظامِ حیدرآباد کی طرف سے پیش کش کی گئی کہ ہم اس کتاب کو اپنے اہتمام سے شائع کرائیں گے چناں چہ وہ نظام حیدرآباد ہی کے مصارف پر بڑی آب وتاب کے ساتھ شائع ہوئی اور اس نے پوری علمی دنیا سے اپنا لوہا منوایا۔

علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک پاکستان سے پہلے یہ شرح لکھنی شروع کی تھی۔ اس کتاب کی تین جلدیں بڑے سائز پر شائع بھی ہوچکی تھیں اور انہوں نے دنیا بھر کے اہل علم سے خراجِ تحسین حاصل کیا تھا، "صحیح مسلم" احادیث کے مجموعوں میں "صحیح بخاری" کے بعد دوسرے نمبر پر ہے اور اس کی ایک مبسوط شرح کی ضرورت تمام اہل علم محسوس کرتے تھے، حضرت علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس ضرورت کو پورا کرنے کا بیڑا اٹھایا تو ساری علمی دنیا نے اس پر مسرت کا اظہار کیا، چوں کہ کتاب کسی ایک خطے کے لئے نہیں بلکہ پوری اسلامی دنیا کے اہل علم کے لئے لکھی جارہی تھی، اس لئے علامہؒ نے اسے عربی میں لکھا جو پورے عالم اسلام کی مشترک علمی زبان ہے، لیکن ابھی علامہؒ نے "صحیح مسلم" کا نصف حصہ بھی مکمل نہیں کیا تھا کہ ہندوستان میں قیامِ پاکستان کی تحریک شروع ہوگئی اور علامہؒ نے اپنے آپ کو پاکستان کی خدمت کے لئے وقف کردیا اور شب وروز کی ہنگامہ خیز مصروفیات میں اس کتاب کی تالیف رُک گئی، پاکستان بننے کے بعد وہ پاکستان کی تعمیر میں دن رات مصروف رہے، اس لئے یہاں آکر بھی اس کی تکمیل نہ کرسکے، یہاں تک کہ ۱۹۴۹ء کے آخر میں آپ کی وفات ہوگئی اور یہ کام تشنۂ تکمیل رہ گیا، برصغیر کے علاوہ عرب ممالک کے علماء بھی اس اشتیاق اور انتظار میں تھے کہ کوئی اور شخص اس تالیفی منصوبے کی تکمیل کرے، تاکہ یہ عظیم الشان علمی کارنامہ جس نے ایک بڑے خلا کو پُر کیا ہے ادھورا نہ رہ جائے۔

میں نے اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے اللہ تعالیٰ کے نام پر ۱۹۷۶ء میں اس شرح کی تکمیل کا کام شروع کیا تھا، "تکملہ فتح الملہم" کے نام سے اس کی جلدیں آتی رہیں، اپنی گوناگوں مصروفیات کی بناء پر میں بمشکل ڈیڑھ دو گھنٹہ یومیہ اس کام میں صرف کرپاتا تھا اور پے در پے سفروں کی وجہ سے بیچ میں طویل وقفے بھی آجاتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اٹھارہ سال نو مہینے کے بعد ۳؍ اگست ۱۹۹۴ء کو "تکملہ فتح الملہم" کا کام چھ جلدوں کی صورت میں پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔

۸۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی اردو تصانیف میں "تفسیر عثمانی" کے علاوہ "اسلام، العقل والنقل اور اعجاز القرآن" کی بہت تعریف فرمایا کرتے تھے اور کئی مرتبہ اپنی اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ ان کتابوں کا انگریزی میں ترجمہ ہوجائے۔ اپنے بعض انگریزی دان متعلقین کو اس طرف متوجہ بھی فرمایا، لیکن افسوس ہے کہ یہ کام حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں انجام نہ پاسکا۔ وَلَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا۔

۹۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کو خطابت کا غیر معمولی کمال عطا فرمایا تھا، لیکن ساتھ ہی طبیعت میں نزاکت اور نفاست بھی بہت تھی۔ چناں چہ جب ذرا طبیعت میں ادنیٰ تکدر ہوتا تو وعظ وتقریر پر آمادگی ختم ہوجاتی تھی۔

فیروز پور میں جب قادیانیوں کے ساتھ ہمارا مناظرہ ختم ہوا۔ (اس مناظرے کی تفصیل خود حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے جناب مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب نے اپنے مقالے "مفتی اعظم اور ردِّ مرزائیت" میں بیان فرمائی ہے، یہ مقالہ "البلاغ مفتی اعظم" نمبر میں شائع ہوچکا ہے۔) تو اہل شہر نے رات کے وقت ایک بڑے جلسہ عام کا اہتمام کیا۔ خیال یہ تھا کہ اس وقت فیروز پور میں اکابر علماء دیوبند جمع ہیں، جن میں حضرت شاہ صاحبؒ، حضرت مولانا مرتضیٰ حسن خان صاحبؒ، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ وغیرہ جیسے آفتاب وماہتاب شامل ہیں۔ اس لئے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اہل شہر کو ان سے مستفید کیا جائے۔ یوں تو یہ تمام ہی حضرات علم وفضل میں اپنی نظیر آپ تھے، لیکن جہاں تک خطابت کا تعلق ہے سب کی نظریں علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ پر لگی ہوئی تھیں، کیوں کہ ان کی تقریر عالمانہ ہونے کے ساتھ ساتھ عام فہم بھی ہوتی تھی اور عام لوگ اس کا اثر زیادہ قبول کرتے تھے۔ چناں چہ جلسے کے پروگرام میں

آپ کی تقریر کا بھی اعلان کر دیا گیا۔

لیکن جب جلسہ کا وَقت قریب آیا تو حضرت علامہ عثمانیؒ کی طبیعت کچھ ناساز ہوگئی۔ تقریر کے لئے انشراح باقی نہ رہا اور علامہ نے تقریر سے عذر کر دیا۔ جتنے علماء اس وَقت موجود تھے، اُن سب نے علامہ کو آمادہ کرنا چاہا، مگر وہ آمادہ نہ ہوئے بلکہ حضرت مولانا مرتضیٰ حسن خان صاحبؒ علامہ عثمانیؒ پر ناراض بھی ہوئے۔

لیکن میں جانتا تھا کہ علامہؒ اس معاملہ میں معذور ہیں اور جب تک اَز خود آمادگی پیدا نہ ہو وہ تقریر نہیں فرما سکتے۔ اس لئے خاموش رہا، یہاں تک کہ جب تمام حضرات جلسہ میں جانے لگے تو میں نے اُن سے عرض کیا کہ آپ حضرات تشریف لے جائیں، میں بعد میں آؤں گا۔ اَب قیام گاہ پر صرف میں حضرت عثمانیؒ کے ساتھ رہ گیا۔ جب کچھ دیر گزری تو میں نے عرض کیا:

''حضرت! آپ کی طبیعت میں کچھ اِنقباض ہے، یہاں قیام گاہ پر تنہا رہنے سے یہ اِنقباض اور بڑھے گا، اگر جلسہ میں صرف تشریف لے جائیں اور بیان نہ کریں تو شاید طبیعت کچھ بہل جائے۔''

فرمانے لگے: ''لوگ مجھے خطاب پر مجبور کریں گے''۔ میں نے عرض کیا: ''اس کا میں ذِمّہ لیتا ہوں کہ آپ کی رضامندی اور خوش دِلی کے خلاف کوئی آپ سے اصرار نہ کرے گا''۔ علامہؒ اس بات پر راضی ہوگئے اور تھوڑی دیر بعد ہم جلسہ گاہ تک پہنچ گئے۔ وہاں پر دُوسرے علماء کرام تقریر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مجمع کا ذوق وشوق دیکھ کر حضرت عثمانیؒ کے دِل میں خود بخود آمادگی پیدا ہوگئی اور پھر خود ہی اسٹیج سیکریٹری سے کہا: ''میں بھی کچھ کہوں گا''۔ اُس کے بعد ڈیڑھ گھنٹہ حضرت علامہ کی تقریر ہوئی، جس نے حاضرین کو سیراب کر دیا۔

۱۰۔ حضرت وَالد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علامہ عثمانیؒ کو تحریر کا بھی خاص ملکہ عطا فرمایا تھا، جب حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ نے آزادیٔ ہند کی جد وجہد کے لئے جمعیۃ علماء ہند قائم فرمائی اور اس غرض کے لئے دہلی میں ایک عظیم الشان اجلاس طلب فرمایا تو اس کا خطبہ صدارت حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو دینا تھا۔ حضرتؒ کو خود لکھنے کا موقع نہ تھا، اس لئے اپنے تلامذہ میں سے متعدد حضرات کو یہ خطبہ لکھنے پر مامور فرمایا۔

آپ کے متعدد تلامذہ نے اپنے اپنے انداز میں خطبہ لکھا لیکن بالآخر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جس خطبہ کو پسند اور منظور فرمایا وہ حضرت علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا تحریر فرمودہ تھا۔ چناں چہ حضرت شیخ الہندؒ نے وہی خطبہ پڑھا اور وہی شائع بھی ہوا۔

۱۱۔ حضرت وَالد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا رشتہ داری کا بھی تعلق تھا اور حضرت وَالد صاحبؒ آپ کے شاگرد بھی تھے اور پھر تحریک پاکستان کی جد وجہد میں آپ کے دست و بازو بھی بنے رہے۔ ان تمام رشتوں کے نتیجہ میں حضرت علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ وَالد صاحبؒ سے بہت محبت فرماتے تھے اور آپ کی علمی و عملی صلاحیتوں کے معترف تھے۔ دو قومی نظریے کے بارے میں حضرت وَالد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اِستفسار کے جواب میں جو مفصل رسالہ لکھا، اُس پر بطور تقریظ علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا:

''میں نے اس فتویٰ کا بالاستیعاب مطالعہ کیا، ماشاء اللہ مسئلہ بالکل صاف کر دیا ہے۔ اہلِ علم ونظر کے لئے گنجائش نہیں چھوڑی۔ سب اَطراف و جوانب وَاضح ہوکر سامنے آگئے ہیں۔ حق تعالیٰ سبحانہٗ مفتی صاحب کو جزائے خیر دے۔''

شبیر احمد عثمانی، دیوبند

۱۸ ذِی الحجہ ۱۳۶۴ھ

(جواہر الفقہ ص:۲۲۸، ج:۲)

اور حضرت وَالد صاحبؒ کے رسالہ ''**نیل المآرب فی المسح علی الجوارب**'' پر تحریر فرماتے ہیں:

''میں نے مسح علی الجوربین کی بحث پڑھی۔ حق تعالیٰ مفتی صاحب کے اعمال اور علوم میں برکت دے، نہایت تحقیق وتفتیش سے جواب لکھا ہے، بہرحال میرے نزدیک مفتی صاحب کی تحقیق صحیح ہے۔''

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص:۲۹۸، ج:۲)

الغرض علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ کی علمی اور سیاسی زندگی کے بارے میں مفصل کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ علامہ عثمانی قدس سرہٗ اُن بزرگوں میں سے ہیں، جن کی نظیریں ہر دور میں گنی چنی ہوا کرتی ہیں، اُن کے علمی وتحقیقی کارنامے اور اُن کی عملی جد وجہد پوری اُمت مسلمہ کے لئے بالعموم اور مسلمانانِ برصغیر کے لئے بالخصوص ہماری تاریخ کا گراں قدر سرمایہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو بیک وَقت وَسیع وعمیق علم، شگفتہ اور سیال قلم، دِل نشین خطابت اور ملت مسلمہ کے اِجتماعی مسائل میں معتدل اور مدبرانہ فکر سے نوازا تھا اور اُن کے یہ تمام ملکات دِین کی صحیح خدمت اور اُمت مسلمہ کی فلاح و بہبود کے لئے اس طرح اِستعمال ہوئے کہ آج ہم سب کی گردنیں اُن کے اِحسانات سے جھکی ہوئی ہیں۔

تحریک پاکستان میں علامہ عثمانیؒ نے جو سرگرم حصہ لیا اور جس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ہمیں اِس آزاد مسلم مملکت سے نوازا، اس کے حالات ہر پڑھے لکھے شخص کو معلوم ہیں، لیکن اُن کی وَفات کے بعد ہم نے اُنہیں فراموش کر دیا، وہ ہماری قدر ناشناسی کی بدترین مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جنت الفردوس میں دَرجاتِ عالیہ عطا فرمائیں اور ہمیں اُن کے فیوض سے مستفید ہونے کی توفیق بخشیں۔ آمین۔ ☆☆

وقت اور احساسِ ذمہ داری!

حسین الرحمن

جدت پسندی اور زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ وقت کی اہمیت کا اندازہ تقریباً ختم ہوتا جارہا ہے۔ اہمیت تو درکنار وقت کا ضیاع مشغلۂ عام بنا ہوا ہے۔ اگر وقت ضائع ہورہا ہے تو بجائے اس کے افسوس کیا جائے بلکہ اس پر خوشی منائی جارہی ہے۔ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ وقت کے ضیاع کا احساس ختم ہوتا جارہا ہے۔ وقت اللہ عزوجل کی طرف سے ایک انمول تحفہ ہے اس کی قدر ہمارے دلوں سے نکلتی جارہی ہے کہیں تو فضول باتوں میں وقت کو صرف کیا جارہا ہے تو کہیں بے مقصد گھومنے میں۔ حالانکہ اگر ہر کام کو وقت کے ساتھ کیا جائے تو بہتر ہے اور کام کے لئے وقت کا تعین کرنا یہ ایک عقلمند اور دانشور شخص کی نشانی ہے۔ وقت کو ساتھ لیکر چلنے کے لئے کسی تعلیم کی ضرورت نہیں صرف اور صرف احساس ذمہ داری درکار ہے۔

گھروں میں بچے اکثر اوقات ٹی وی پر ہی بسر کرتے ہیں حالانکہ والدین کو معلوم ہوتا ہے کہ وقت کا ضیاع ہورہا ہے مگر وہ بھی لاپرواہ بنے ہوئے ہیں اور اس لاپرواہی کی وجہ یہ ہے کہ والدین پرسکون رہنے کے لئے بچوں کو منع نہیں کرتے اگر منع کریں گے تو بچے گھر میں جینا محال کردیں گے شور مچائیں گے، جھگڑنے لگیں گے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب تو احساس ذمہ داری سے جان چھڑانا مقصود ہے اور مستقبل کو تابناک بنانے کے لئے یہ ابتداء اہم ہے۔ اگر ان سب کاموں کے لئے وقت مقرر کرلیا جائے تو پریشانیاں کافی حد تک کم ہوجائیں گے۔

ایک مشہور مقولہ ہے کہ تم وقت ضائع کرو گے تو وقت تمہیں ضائع کرے گا۔ یہ کہاوت بھی عجیب سی ہے کہ وقت کس طرح ہمیں ضائع کرے گا اور ہم سے بدلہ لے گا؟ یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ آج کی محنت کا ثمر کل ملے گا۔ اگر آج کچھ نہیں سیکھا تو کل سیکھنا محال ہے کیونکہ مستقبل میں پھر وقت نہیں ہوگا اور اس کے لئے افسوس دل میں رہے گا۔ افسوس سے احتیاط بہتر ہے اور احتیاط اسی میں ہے کہ حال کو صحیح طریقے سے استعمال کیا جائے۔ کل کبھی بھی نہیں آتا اور نہ ہی مستقبل میں یہ وسائل آپ کے حق میں ہوسکتے ہیں۔ اگر کسی چیز کی امید مستقبل میں ہے تو حال کو اس حالت میں بروئے کار لایا جائے کہ وہ مستقبل کے لئے واضح امید افزا ہوں۔

وقت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ عزوجل نے تمام عبادات کے لئے دن اور اوقات کو متعین کیا ہے یعنی نماز، روزہ، حج وغیرہ کے لئے اپنے ایام اور اوقات مقرر ہیں۔ اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ کام کے لئے وقت کا مقرر ہونا یہ زندگی کو آسان بنادیتی ہے ورنہ زندگی اجیرن ہوجاتی ہے اور وقت نکالنا مشکل ہوجاتا ہے۔ اب اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ دوستوں اور کھیل کود وغیرہ کے لئے وقت ہی نہ نکالا جائے بلکہ یہ سب چیزیں تو زندگی کا اہم حصہ ہیں اور ان کے بغیر زندگی کا گزر ممکن نہیں۔

اللہ عزوجل نے دن کا وقت بھی مقرر کیا ہے اور رات کا بھی۔ رات کا وقت کبھی بھی دن میں نہیں آتا اور نہ ہی دن کا وقت رات میں آتا ہے۔ دن معاش اور باقی ضروری کاموں کے لئے ہے اور رات سکون اور آرام کے لئے ہے۔ یہ اوقات بھی اللہ عزوجل نے مستقل فرمادیے تاکہ انسان پرسکون رہے اور یہی پرسکونی انسانی صحت کے لئے بہت ہی زیادہ کارآمد ہے تو معلوم ہوا کہ کوئی بھی کام بغیر وقت کے ممکن نہیں تو کچھ احساس ذمہ داری پیدا کیجئے تاکہ وقت کے ضیاع پر قابو پایا جاسکے۔ ☆☆☆

اللہ کی جانب متوجہ رہیں احباب

اکبر الٰہ آبادیؒ

اللہ کی جانب متوجہ رہیں احباب
صف ہوگی شکستہ جو کہیں رُخ نہ رہا ایک

یارب! رہے جمعیت مسلم یونہی قائم
رُخ ایک، رسول ایک، کتاب ایک، خدا ایک

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ اسلام کو بس ہے
باقی ہے اگر کچھ تو وہ دنیا کی ہوس ہے

انتخاب: حافظ محمد سعید لدھیانوی

مرتد وزندیق کے شرعی احکام!

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

مرتد کے اَحکام:

جو شخص پہلے مسلمان تھا، بعد میں اس نے نعوذ باللہ... قادیانی مذہب اختیار کرلیا، وہ بغیر کسی شک وشبہ کے مرتد ہے، اور اس پر مرتد کے اَحکام جاری ہوں گے، مرتد کے ضروری اَحکام حسبِ ذیل ہیں:

۱:... مرتد واجب القتل ہے:

مرتد کو تین دن کی مہلت دی جائے گی، اس عرصے میں اسے توبہ کرکے دوبارہ اسلام لانے کی دعوت دی جائے گی، اور اس کے شبہات دُور کرنے کی کوشش کی جائے گی، اگر وہ تین دن کے اندر اپنے کفر وارتداد سے تائب ہوکر مسلمان ہوجاتا ہے تو ٹھیک، ورنہ اسے قتل کردیا جائے۔

اس مسئلے پر کہ مرتد واجب القتل ہے، تمام فقہائے اُمت اور مذاہبِ اَربعہ کا اجماع ہے، حسبِ ذیل تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

فقہِ حنفی:

ہدایہ میں ہے:

"واذا ارتد المسلم عن الاسلام –والعیاذ باللہ– عرض علیه الاسلام فان کانت له شبهة کشفت عنه ویحبس ثلاثة أیام فان أسلم والّا قتل۔"

(ہدایہ اوّلین، ج:۱ ص:۵۸۰)

ترجمہ:... "اور جب کوئی مسلمان نعوذ باللہ... اسلام سے پھر جائے تو اس پر اسلام پیش کیا جائے، اس کو کوئی شبہ ہو تو دُور کیا جائے، اس کو تین دن قید رکھا جائے، اگر اسلام کی طرف لوٹ آئے تو ٹھیک، ورنہ اسے قتل کردیا جائے۔"

فقہِ شافعی:

المجموع شرح المهذب میں ہے:

"اذا ارتد الرجل وجب قتله سواء کان حرًّا أو عبدًا ..... وقد انعقد الاجماع علی قتل المرتد۔"

(المجموع شرح المہذب ج:۱۹ ص:۲۲۸)

ترجمہ:... "اور جب آدمی مرتد ہوجائے تو اس کا قتل واجب ہے، خواہ وہ آزاد ہو یا غلام، اور قتلِ مرتد پر اجماع منعقد ہوچکا ہے۔"

فقہِ حنبلی:

المغنی اور الشرح الکبیر میں ہے:

"وأجمع أهل العلم علٰی وجوب قتل المرتد وروی ذٰلک عن أبی بکر وعمر وعثمان وعلی ومعاذ وأبی موسٰی وابن عباس وخالد وغیرهم ولم ینکر ذٰلک فکان اجماعًا۔"

(المغنی مع الشرح الکبیر ج:۱۰ ص:۷۴)

ترجمہ:... "قتلِ مرتد کے واجب ہونے پر اہلِ علم کا اجماع ہے، یہ حکم حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، معاذ، ابی موسیٰ، ابنِ عباس، خالد اور دیگر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے مروی ہے، اور اس کا کسی صحابی نے انکار نہیں کیا، اس لئے یہ اجماع ہے۔"

فقہِ مالکی:

ابنِ رُشد مالکی "بدایة المجتهد" میں لکھتے ہیں:

"والمرتد اذا ظفر به قبل أن یحارب فاتفقوا علٰی أنه یقتل الرجل لقوله علیه الصلاة والسلام: من بدّل دینه فاقتلوه۔" (بدایة المجتہد ج:۲ ص:۳۴۳)

ترجمہ:... "اور مرتد جب لڑائی سے قبل پکڑا جائے تو تمام علمائے اُمت اس پر متفق ہیں کہ مرتد کو قتل کیا جائے گا، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: جو شخص اپنا مذہب بدل کر مرتد ہوجائے اس کو قتل کردو۔"

مرتد کی اولاد کا حکم:

جس نے خود ارتداد اختیار کیا ہو، وہ اصلی مرتد ہے، اس کو اسلام لانے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر وہ اسلام نہ لائے تو اسے قتل کردیا جائے گا۔

مرتد والدین کی صلبی اولاد والدین کے تابع ہونے کی وجہ سے حکماً مرتد کہلاتی ہے، اسی لئے ان کے بالغ ہونے کے بعد ان کو بھی اسلام لانے پر مجبور کیا جائے گا، لیکن اگر وہ اسلام قبول نہ کرے تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ حبس وضرب کی سزا دی جائے گی۔

البتہ تیسری پشت میں مرتد کی اولاد پر مرتد کے اَحکام جاری نہیں ہوتے، بلکہ کافرِ اصلی کے اَحکام جاری ہوتے ہیں، چنانچہ درمختار میں ہے:

"زوجان ارتدا ولحقا فولدت المرتدة ولد أو ولد له أی لذلک المولود ولد فظهر علیهم جمیعاً فالولدان فیٔ کأصلهما والولد الأول یجبر بالضرب -أی وبالحبس نهر- علی الاسلام وان حبلت به ثمة لتبعیته لأبویه لا الثانی لعدم تبعیة الجد علی الظاهر فحکمه کحربی۔"

(الشامی مع الدر المختار، ج:۴، ص:۲۵۶)

ترجمہ:... "میاں بیوی مرتد ہوکر دارالحرب چلے گئے، وہاں مرتد عورت نے بچہ جنا، اور آگے اس لڑکے کے لڑکا ہوا، پھر یہ سب جہاد میں مسلمانوں کے قابو میں آگئے تو مرتد جوڑے کی طرح ان کا بیٹا اور پوتا بھی مالِ غنیمت ہیں، ان کے بیٹے کو تو ضرب (وحبس) کے ذریعے اسلام لانے پر مجبور کیا جائے گا، خواہ وہ دارالحرب میں حاملہ ہوئی تھی، کیونکہ وہ اپنے والدین کے تابع ہونے کی وجہ سے حکماً مرتد ہے، مگر پوتے کو مجبور نہیں کیا جائے گا، کیونکہ ظاہر روایت کے مطابق پوتا دادے کے تابع نہیں ہوتا، پس اس کا حکم عام حربی کافر کا حکم ہے۔"

اہل علم جانتے ہیں کہ کفر کی کئی قسمیں ہیں، ان میں سے ایک کا نام "کفرِ زندقہ" ہے، اور جو لوگ ایسے کفر کو اختیار کرتے ہیں انہیں "زندیق" کہا جاتا ہے، اور فقہی اصطلاح میں "زندیق" ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہو، مگر در پردہ کفریہ عقائد رکھتا ہو، اور اپنے کفر کو اسلام کے پردے میں چھپانے کی کوشش کرتا ہو۔

علامہ تفتازانی رحمہ اللہ شرح مقاصد میں کافروں کی قسمیں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وان کان مع اعترافه بنبوة النبی صلی اللہ علیه وسلم واظهاره شعائر الاسلام یبطن عقائد هی کفر بالاتفاق خص باسم الزندیق۔" (ج:۳، ص:۲۶۹)

ترجمہ:... "اور اگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا قائل ہونے اور اسلامی شعائر کا اظہار کرنے کے باوجود ایسے عقائد کو چھپاتا ہو جو بالاتفاق کفر ہیں، تو ایسے شخص کا نام "زندیق" ہے۔"

اسلام کے پردے میں کفر کو چھپانے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ وہ کسی کو ان عقائد کی ہوا ہی نہ لگنے دے، عام لوگ یہ سمجھیں کہ یہ مسلمان ہے اور مسلمانوں ہی کے عقائد رکھتا ہے، حالانکہ وہ در پردہ کفریہ عقائد رکھتا ہے (جن کا اظہار کبھی بے ساختہ ہوجاتا ہے) جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں منافقین کا حال تھا، عہدِ نبوی کے بعد ایسے منافق بھی (جن کے نفاق کا علم کسی ذریعے سے ہوجائے) "زندیق" شمار کئے جائیں گے۔

حافظ ابن قدامہ المقدسی الحنبلی "المغنی" میں لکھتے ہیں:

"والزندیق الذی یظهر الاسلام ویستسر الکفر وهو الذی کان یسمی منافقاً فی عصر النبی صلی اللہ علیه وسلم ویسمی الیوم زندیقاً۔"

(المغنی ج:۷، ص:۱۷۱، الشرح الکبیر، ج:۷، ص:۱۹۷)

ترجمہ:... "اور "زندیق" وہ شخص ہے جو اسلام کا اظہار کرتا ہو اور کفر کو چھپاتا ہو، ایسے شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں "منافق" کہا جاتا تھا، اور آج اس کا نام "زندیق" رکھا جاتا ہے۔"

المجموع شرح المهذب میں ہے:

"والزندیق هو الذی یظهر الاسلام ویبطن الکفر فمتی قامت بینة أنه تکلم بما یکفر به فانه یستتاب وان تاب والا قتل۔"

(المجموع شرح المہذب، ج:۱۹، ص:۲۳۳)

ترجمہ:... "اور "زندیق" وہ شخص ہے جو اسلام کا اظہار کرتا ہو اور کفر کو چھپاتا ہو، پس جب شہادت قائم ہوجائے کہ اس نے کلمۂ کفر بکا ہے تو اس سے توبہ لی جائے گی، اگر وہ توبہ کرلے تو ٹھیک، ورنہ اسے قتل کردیا جائے گا۔"

حافظ بدرالدین عینیؒ لکھتے ہیں:

"واختلف فی تفسیره، فقیل هو المبطن للکفر المظهر للاسلام کالمنافق۔" (عمدۃ القاری، ج:۲۴، ص:۷۹)

ترجمہ:... "زندیق کی تفسیر میں اختلاف ہوا ہے، پس ایک قول یہ ہے کہ زندیق وہ شخص ہے جو منافق کی طرح کفر کو چھپاتا ہو اور اسلام کا اظہار کرتا ہو۔"

حافظ ابن حجرؒ "فتح الباری" میں لکھتے ہیں کہ زندیق دراصل ان لوگوں کو کہا جاتا تھا جو دیصان، مانی اور مزدک کے پیروکار تھے:

"وأظهر جماعة منهم الاسلام خشیة القتل ومن ثم أطلق الاسم علی کل من أسر الکفر وأظهر الاسلام حتی قال مالک الزندقة ما کان علیه المنافقون وکذا أطلق جماعة من الفقهاء الشافعیة وغیرهم أن الزندیق هو الذی یظهر الاسلام ویخفی الکفر فان أرادوا اشتراکهم فی الحکم فهو کذلک والا فأصلهم ما ذکرت۔"

(فتح الباری، ج:۱۲، ص:۲۷۱)

ترجمہ:... "اور ان میں سے ایک

جماعت نے قتل کے اندیشے سے اسلام کا اظہار کیا تھا، اسی بنا پر "زندیق" کا لفظ ہر اس شخص پر بولا جاتا ہے جو کفر کو چھپاتا ہو اور اِسلام کا اظہار کرتا ہو۔ یہاں تک کہ اِمام مالکؒ نے فرمایا کہ زندیقیت وہی ہے جس پر منافق تھے۔ اسی طرح فقہائے شافعیہ اور دیگر حضرات نے "زندیق" کا لفظ اس شخص کے لئے استعمال کیا ہے جو اسلام کا اظہار کرتا ہو اور کفر کو چھپاتا ہو، پس اگر ان کی مراد یہ ہے کہ ایسے لوگوں کا حکم بھی زندیق کا ہے، تو یہ صحیح ہے، ورنہ زندیقوں کی اصل میں ذکر کرچکا ہوں۔"

کفر کو چھپانے کی دُوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص اپنے کفریہ عقائد کا تو برملا اظہار کرتا ہے اور لوگوں کو ان کی دعوت بھی دیتا ہے، لیکن اپنے کفریہ عقائد پر اسلام کا لیبل چپکاتا ہے، کتاب و سنت کی غلط تأویل کے ذریعے اپنے عقائدِ فاسدہ کو برحق ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور لوگوں کے سامنے ایسی ملمع سازی کرتا ہے کہ ناواقف لوگ ان عقائدِ باطلہ ہی کو اسلام سمجھنے لگیں۔

درمختار میں ہے کہ: "جو زندیق کہ معروف اور داعی ہو، اگر وہ پکڑا جائے تو اس کی توبہ نہیں۔" اس کے ذیل میں علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

"قوله المعروف أي: بالزندقة الداعي اي الذي يدعو الناس الى زندقته، فان قلت: كيف يكون معروفا داعيا الى الضلال، وقد اعتبر في مفهومه الشرعي أن يبطن الكفر. قلت: لا بعد فيه، فان الزنديق يموه كفره، ويروج عقيدته الفاسدة ويخرجها في الصورة الصحيحة، وهذا معنى ابطان الكفر۔" (شامی ج:۴ ص:۲۴۲)

ترجمہ:... "معروف سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے زندقہ میں معروف ہو، اور داعی کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اپنے زندقہ کی دعوت دیتا ہو۔ اگر تم کہو کہ زندیق معروف اور داعی الی الضلال کیسے ہوسکتا ہے؟ جبکہ زندیق کے مفہوم شرعی میں یہ بات ملحوظ ہے کہ کفر کو چھپاتا ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں کوئی بُعد نہیں، کیونکہ زندیق اپنے کفر پر ملمع کیا کرتا ہے اور اپنے عقیدۂ باطلہ کو رواج دینا چاہتا ہے، اور وہ اسے بظاہر صحیح صورت میں لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے، اور یہی معنی ہیں کفر کو چھپانے کے۔"

اِمام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ مسویٰ شرح عربی مؤطا میں منافق اور زندیق کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بيان ذلك أن المخالف للدين الحق ان لم يعترف به ولم يذعن له لا ظاهرًا ولا باطنًا فهو كافر، وان اعترف بلسانه وقلبه على الكفر فهو المنافق، وان اعترف به ظاهرًا، لكنه يفسر بعض ما ثبت من الدين ضرورة بخلاف ما فسره الصحابة والتابعون واجتمعت عليه الأمة فهو الزنديق۔"

ترجمہ:... "شرح اس کی یہ ہے کہ جو شخص دینِ حق کا مخالف ہے، اگر وہ دینِ اسلام کا اِقرار ہی نہ کرتا ہو اور نہ دینِ اسلام کو مانتا ہو، نہ ظاہری طور پر اور نہ باطنی طور پر، تو وہ "کافر" کہلاتا ہے۔ اور اگر زبان سے دین کا اقرار کرتا ہو لیکن دین کے بعض قطعیات کی ایسی تأویل کرتا ہو جو صحابہ کرامؓ و تابعینؒ اور اِجماعِ اُمت کے خلاف ہو تو ایسا شخص "زندیق" کہلاتا ہے۔"

آگے تأویلِ صحیح اور تأویلِ باطل کا فرق بیان کرتے ہوئے شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ثم التأويل تأويلان: تأويل لا يخالف قاطعا من الكتاب والسُّنَّة واتفاق الأمة، وتأويل يصادم ما ثبت بقاطع فذلك الزندقة۔"

ترجمہ:... "پھر تأویل کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ تأویل جو کتاب و سنت اور اِجماعِ اُمت سے ثابت شدہ کسی قطعی مسئلے کے خلاف نہ ہو، اور دُوسری وہ تأویل جو ایسے مسئلے کے خلاف ہو جو دلیلِ قطعی سے ثابت ہے، پس ایسی تأویل "زندقہ" ہے۔"

آگے زندیقانہ تأویلوں کی مثالیں ذکر کرتے ہوئے شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

"أو قال ان النبي صلى الله عليه وسلم خاتم النبوّة ولكن معنى هذا الكلام أنه لا يجوز أن يسمى بعد أحد بالنبي، وأما معنى النبوّة وهو كون الانسان مبعوثًا من الله تعالى الى الخلق مفترض الطاعة معصومًا من الذنوب ومن البقاء على الخطأ فيما يرى فهو موجود في الأئمة بعده، فذلك هو الزنديق۔" (مسوی ج:۲ ص:۱۳۰)

ترجمہ:... "یا کوئی شخص یوں کہے کہ: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ خاتم النبیین ہیں، لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کا نام "نبی" نہیں رکھا جائے گا، لیکن نبوّت کا مفہوم کسی اِنسان کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے مخلوق کی طرف مبعوث ہونا، اس کی اِطاعت کا فرض ہونا، اور اس کا گناہوں سے اور خطا پر قائم رہنے سے معصوم ہونا، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی اِماموں میں موجود ہے" تو

یہ شخص ’’زندیق‘‘ ہے۔‘‘

اکابرِ اُمت کی مندرجہ بالا تصریحات سے ثابت ہوا کہ ایسا شخص شرعی اِصطلاح میں ’’زِندیق‘‘ کہلاتا ہے:

٭:…جو اِسلام کا اِظہار کرتا ہو۔

٭:…جو دعویٰ اِسلام کے باوجود کفریہ عقائد رکھتا ہو۔

٭:…اور جو اپنے کفریہ عقائد کو تاویلِ باطل کے پردے میں چھپاتا ہو، اور کتاب و سنت کے نصوص کو توڑ مروڑ کر ان سے اپنا عقیدۂ باطلہ کشید کرتا ہو، یا اِسلام کے عقائدِ متواترہ پر طعن کرتا ہو۔

قادیانی زِندیق ہیں:

زِندیق کی یہ تعریف قادیانیوں پر حرف بہ حرف صادق آتی ہے، وہ خالص کفریہ عقائد رکھتے ہیں، جن کا اِسلام کے ساتھ ذرا بھی تعلق نہیں، مثلاً:

٭:…وہ ختمِ نبوّت کے منکر ہیں، جو اِسلام کا قطعی عقیدہ ہے، اور وہ اس اِسلامی عقیدے کو ’’لعنت‘‘ قرار دیتے ہیں، نعوذ باللہ…!

٭:…وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع و نزول کے منکر ہیں، جو اِسلام کا قطعی عقیدہ ہے۔

٭:…وہ مرزا غلام احمد قادیانی دجال کو مسیحِ موعود، مہدیٔ معہود، نبی و رسول اور ظلی ’’محمد رسول اللہ‘‘ مانتے ہیں، جو سراسر کفر ہے۔

٭:…وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کمالات مع نبوّتِ محمدیہ کے لعین قادیان کے لئے ثابت کرتے ہیں۔

٭:…وہ غلام احمد قادیانی کو …معاذ اللہ… صاحبِ شریعت نبی مانتے ہیں۔

٭:…وہ غلام احمد قادیانی پر وحیٔ قطعی کا نزول مانتے ہیں، اسے توراۃ و اِنجیل اور قرآن کی طرح واجب الایمان کہتے ہیں، اور اس میں شک و تردّد کو موجبِ کفر قرار دیتے ہیں۔

٭:…وہ مرزا غلام احمد قادیانی الدجال الاعور کی وحی و تعلیم اور اس کی تجدیدِ شریعت کو تمام انسانیت کے لئے واجب الاتباع اور مدارِ نجات قرار دیتے ہیں۔

٭:…ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتیں ہیں، پہلی بعثت مکہ میں ہوئی اور دُوسری بعثت مرزا قادیانی کی بروزی شکل میں، قادیان میں ہوئی۔ تیرہ صدیوں تک پہلی بعثت کا دور رہا، اور چودھویں صدی سے قادیانی بعثت کا دور شروع ہوا۔

٭:…وہ ان خالص کفریہ عقائد کے باوجود بڑی شد و مد سے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں، گویا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دِین جس کے مسلمان قائل ہیں، اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک طبقہ در طبقہ متواتر چلا آرہا ہے، وہ قادیانیوں کے نزدیک کفر ہے، اور اس کے ماننے والے کافر ہیں۔

٭:…ان کے نزدیک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے سے آدمی مسلمان نہیں ہوتا، جب تک کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو ’’محمد رسول اللہ‘‘ مان کر اس کا کلمہ نہ پڑھے۔ گویا قادیانیوں کے نزدیک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ منسوخ ہوچکا، جیسا کہ مسلمانوں کے نزدیک حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا کلمہ منسوخ ہے۔

مرزا بشیر احمد قادیانی لکھتا ہے:

’’ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا، یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا، یا محمد کو مانتا ہے پر مسیحِ موعود (مرزا قادیانی) کو نہیں مانتا، وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔‘‘

(کلمۃ الفصل ص:۱۱۰)

(جاری ہے)

جوش کی جگہ ہوش اختیار کرنے کی ضرورت

اس وقت ہماری امت کو اجتماعی تفرقہ بندی، فکری اور نظریاتی سطح پر پراگندگی کا بہت زیادہ سابقہ ہے، اس طرح امت اپنے عملی نقطۂ نظر اور رجحانات ونظریات کے لحاظ سے انتشار کا شکار ہے اور یہ انتشار اس کے آپسی ٹکراؤ تک پہنچ گیا ہے اور مختلف موقعوں پر اسلامی اقدار کو بھی نظر انداز کردیا جاتا ہے، اس خرابی وکمزوری کو دور کئے بغیر دین و ملت کے تحفظ کا کام خاصا مشکل بنا ہوا ہے۔ یورپی ممالک میں مسلمان اقلیت میں ہیں اور اقلیت جہاں بھی ہو اس کو اکثریت کے مقابلہ میں زیادہ فکر وتوجہ اور محنت کی ضرورت ہوتی ہے، وہ گروہ بندیوں اور صرف جوش اور پرزور اظہار رائے پر اکتفا کرتے ہوئے اس ضرورت کو حاصل نہیں کرسکتے، خاص طور پر جبکہ غیروں کی طرف سے اقلیت کو کمزور کرنے کا نظام بھی چل رہا ہو تو سنجیدہ فکر وتوجہ کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ تعلیم و ذرائع ابلاغ اہم ترین وسائل کی حیثیت رکھتے ہیں، ان کو محنت کرکے حاصل کیا جاسکتا ہے، اس کے ساتھ اجتماعیت جو کسی انسانی ترقی کے لئے بڑی مضبوط طاقت ہوتی ہے، وہ ہمت وقربانی کی بھی طالب ہوتی ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کے اختلاف کو ممکنہ حد تک برداشت کریں اور اختلاف کو مخالفت کا ذریعہ بننے دیں اور جب ہماری ملی طاقت مجتمع رہے گی تو اس کو کوئی آسانی سے توڑ نہیں سکے گا، لیکن مسلمانوں میں اختلاف مخالفت کی حد تک پہنچ جاتا ہے، اس وقت امت مسلمہ اس کا شکار ہے جس سے نقصان پہنچ رہا ہے، اسی طرح ہمارے مختلف کاموں میں جوش، ہوش کی جگہ لے لیتا ہے، اس سے ہماری عملی طاقت کو نقصان پہنچتا ہے اور حالات کا مقابلہ کرنے میں کمزوری آجاتی ہے، ہمارے بہت سے مسائل ہوش کی جگہ جوش آجانے کی بنا پر خراب ہوئے اور ناکامی ہوئی، بہت سے موقعوں پر جو کوشش خاموشی کے ساتھ ہوسکتی ہو وہ اعلان وتشہیر کے ساتھ کرنے میں نقصان رساں ہوجاتی ہے، اس کے لئے حکمت عملی کو بنیاد بنانا چاہئے اور حکمت اختیار کرنے کی ہم کو ہمارے دین کی طرف سے تاکید ملی ہے۔

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

بقیہ:..... اداریہ

پاکستان کے حکمران بن جاؤ گے۔ تمہاری یہ داڑھی بڑی تمہارے راستے میں رکاوٹ ہے۔ اندازہ لگاؤ جب آپ سے مذہب چھینا جائے جب آپ سے تہذیب چھینی جائے گی تو جب یہ دو چیزیں انسان سے چھن جاتی ہیں، اس کا معنی یہ ہے کہ اب وہ غلام بن چکا ہے۔ اس جنگ کا میدان ہے یہ ایک محاذ ہے، جس پہ ہم جنگ لڑ رہے ہیں۔ لیکن یاد رکھو جنگیں حکمت سے لڑی جاتی ہیں، جدوجہد کے وہ پہلو جس کے مثبت نتائج آپ کے سامنے آتے ہیں اور جدوجہد کے وہ پہلو جس کے منفی اثرات آپ پہ پڑتے ہیں، دونوں کو الگ کرنا ضروری ہوگا۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم جذبات میں آ کر جدوجہد کے منفی اثرات کو دعوت دیتے ہیں اور جدوجہد کے مثبت اثرات سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہماری حکمت صحیح ہو۔ دعوت کا محاذ ہو تو بھی حکمت اور حسن موعظت سے بھرا ہو۔ گالم گلوچ سے اور بے ڈھنگے انداز سے تحریکیں نہیں چلا کرتیں۔ شائستگی کے ساتھ ہو۔

آپ کی خوش قسمتی ہے کہ آج جن روز و شب سے ہم گذر رہے ہیں بحمداللہ! مجموعی طور پر ملک کے اندر ایک ہم آہنگی اور یکجہتی کی فضاء موجود ہے۔ مختلف مکاتب فکر کے اندر بھی، ان کی سیاسی جماعتوں کے اندر بھی، مدارس کی سطح پر بھی ایک اچھا ماحول اس وقت موجود ہے اور یہ بھی ایک واضح بات ہے کہ ختم نبوت کا پلیٹ فارم ایک ایسا پلیٹ فارم ہے جس میں تمام مکاتب فکر جمع ہو سکتے ہیں۔ بیس پچیس سال کے تعطل کے بعد ہمیں اب دوبارہ اس طرف بڑھنا پڑ رہا ہے تو ہم پوری قوم کو پوری امت کو اس اسٹیج پر اکٹھا کر سکتے ہیں۔ ہم جب کہتے ہیں کہ پاکستان میں اسلامی قانون سازی ہو۔ اسلامی قانون سازی کے لفظ سے ہمارے ملک کے مسلمان سیاستدان گھبرا جاتے ہیں۔ یا اللہ! یہ دن بھی دیکھنا تھا جب اپنا مسلمان لفظ اسلام سے گھبرا جاتا ہے اور جب آپ ان سے پوچھتے ہیں تو سیدھا کہتے ہیں اچھا...... آپ اس اسلام کی بات کرتے ہیں جس میں گردنیں کٹتی ہیں، انسان ذبح ہوتے ہیں، بابا یہ سب ہم انسانوں کو ذبح کرنے والے ہیں۔ کم بخت ہمیں نہیں دیکھ رہے؟ ہم پارلیمنٹ میں نہیں بیٹھے آپ کے ساتھ؟ ہم دلیل کے محاذ پہ بات نہیں کر رہے؟

لیکن میرے محترم دوستو! مغربی دانشوروں نے جو کتابیں لکھی ہیں، برملا اعتراف کیا ہے انہوں نے کہ ہمارے لئے سب سے خطرناک وہ مسلمان ہے جو دلیل کے محاذ پر ہمارا مقابلہ کرے۔ سب سے زیادہ خطرناک وہ مولوی ہے اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ دنیا میں جنگ یہ آپ کی ضرورت ہے، ہماری ضرورت نہیں۔ بلکہ میں تو اس جنگ کے بارے میں اور نظریہ رکھتا ہوں۔ جنگوں میں عام طور پر برابر کی قوتیں ایک دوسرے کے سامنے آتی ہیں۔ اسلامی دنیا کا، امریکہ اور یورپ سے کیا مقابلہ۔ کیا اقتصادی طور پر ہم ان کے اقتصاد کا مقابلہ کر سکتے ہیں؟ کیا دفاعی قوت کے اعتبار سے ہم ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں؟ جہاں پیسہ بھی ہم ان سے قرض لیتے ہیں، جہاں اسلحہ بھی ہم ان سے قرض لیتے ہیں تو ہمارا دماغ خراب تھا کہ ہم جنگ شروع کریں ان کے ساتھ؟ اسلامی دنیا کو کیا پڑی ہے؟...... کہ جب جنگ کے لئے جو ضرورتیں ہوتی ہیں مادی ضرورتیں، کبھی وہ جنگ شروع نہیں کرتا، لیکن ہم پہ جو جنگ مسلط کی گئی ہے کیوں مسلط کی گئی ہے؟ یہ جنگ تو ۱۹۹۳ء کے بعد شروع ہوئی۔ ۲۰۰۱ء کے بعد نہیں۔ جب ۱۹۹۲ء میں سویت یونین ٹوٹ چکا اور اشتراکی نظام کا خاتمہ ہو گیا، شکست کا شکار ہو گیا۔ مغرب کی سرمایہ داریت اور اس کا سرمایہ دارانہ نظام، فاتح بن گیا، پوری دنیا پر اپنا نظام مسلط کرنے کے لئے ظاہر ہے کہ اب اس کے لئے میدان کھلا رہ گیا۔ آپ کو سمجھ میں آ رہی ہے بات؟

اور جنگ تو آپ کی شروع ہو چکی تھی ایشیاء کے ساتھ، ایشیاء اپنے اقتصادی تجم بنا رہا تھا۔ ۹۶، ۱۹۹۷ء میں آئی ایم ایف نے ورلڈ بینک میں قرضہ دینے والے اداروں نے ہاتھ کھینچ لئے۔ ایشیاء کی ساری اقتصادی عمارت گر گئی اور آپ کو یاد ہو ہم اس وقت کہا کرتے تھے ایک ملائشیا ہے اور اس کا مہاتیر محمد ہے جس نے اپنے ملک کی معیشت کو بچایا ہے۔ یاد ہے نا آپ کو؟ یہ وہ جنگ تھی، لیکن نائن الیون کے بعد! اب پوری دنیا کی اقتصاد پر قبضہ کرنا، ان کے وسائل پر قبضہ کرنا اور چونکہ اسلامی دنیا، یہ مشرقی ایشیاء، جنوب ایشیاء، وسط ایشیاء اور افریقہ کے دروازے پر بیٹھی ہوئی قوم ہے۔ لہٰذا ان کے دروازوں پر براہ راست مغرب آ کر قبضہ کرے، وسائل پر قبضہ کرے اور دنیا سے کہے کہ ان کے ڈکٹیٹروں کو ہٹا رہے ہیں، ہم تو دہشت گردوں کے خلاف جنگ لڑ رہے ہیں۔ جنگ آپ کے ایشیاء کے ساتھ، جنگ آپ کی اقتصادی اور مسلط کر دی آپ نے دہشت گردوں کے نام پر اسلامی دنیا کے اوپر۔ سو اب یہ جنگ جاری ہے اور جب تک یہ جنگ جاری ہے تو جنگ آپ کی ضرورت ہے۔ ہماری ضرورت نہیں۔ ہم امن چاہتے ہیں۔ ہم امن کے علمبردار ہیں۔ ہم امن کی قدر و قیمت کو جانتے ہیں۔ کیونکہ مجھے اپنا ایمان کہتا ہے کہ میری بنیاد امن ہے۔ مجھے اسلام کہتا ہے کہ میری بنیاد سلامتی ہے۔

لیکن انہوں نے ہم پہ جنگ مسلط کر دی اور آپ جانتے ہیں کہ جب تک دنیا میں اشتراکی نظام تھا، دنیا میں جنگ نظریاتی تھی۔ نظریہ کسی بھی سیاسی جماعت کی شناخت ہوا کرتا تھا۔ آج نظریات کی سیاست ختم ہو گئی۔ مفادات اور سرمائے کی سیاست ہے۔ لہٰذا ۱۹۹۳ء اور ۱۹۹۶ء کے بعد پوری دنیا میں اور ہمارے ملک میں بھی آپ نے دیکھا۔ اب جس سیاسی مخالف پر ہاتھ ڈالا جاتا ہے یہ کہہ کر نہیں کہ آپ حکومت کی مخالفت کیوں کرتے ہیں بلکہ یہ کہہ کر کہ تم کرپٹ ہو۔ اب اپنے سیاسی مخالف کو گرفتار کیا جاتا ہے تو اس بنیاد پر کہ آپ کرپٹ ہیں۔ ایوب خان کے زمانے میں لوگ جیلوں میں تھے۔ ذوالفقار علی بھٹو کے زمانے میں لوگ جیلوں میں تھے۔ جنرل ضیاء الحق کے زمانے میں لوگ جیلوں

میں تھے۔ کہا جاتا تھا کہ یہ سیاسی لوگ ہیں۔ یہ سیاسی قیدی ہیں۔ لیکن جنرل مشرف آیا۔ اب ٹرینڈ بدل گیا۔ اب جس مخالف کو گرفتار کیا جائے گا یہ کرپٹ ہے۔ اس نے چوری کی تھی۔ اب ان کو چوریاں نظر آ گئیں اور جب نائن الیون ہو گیا اب مذہبی آدمی مخالفت کرتا ہے تو پھر کہتے ہیں کہ یہ دہشت گرد ہے، انتہاء پسند ہے۔ اس کو بھی بطور حربہ کے استعمال کیا جاتا ہے۔ تو یہ بھی کڑا ایک وقت ہے کہ ہم اور آپ اپنے نظریاتی شناخت کو زندہ اور تابندہ رکھ سکے ہیں۔ لہٰذا آج اگر مغربی دنیا مذہبی حوالے سے، قادیانیت کی پشت پناہی کر رہی ہے اور تہذیبی حوالے سے بھی ان کے ایجنٹ پوری دنیا میں کام کر رہے ہیں تو پھر ہمیں اور آپ کو سوچنا ہوگا ہم اور آپ کم از کم یکسو ہو جائیں۔ ہمارا اور آپ کا ذہن کم از کم ان حقائق کو تو تسلیم کر لے، کہ جن حالات سے ہم گذر رہے ہیں۔ ہم تو کئی سالوں سے آپ کو کہہ رہے ہیں۔ لیکن اب آپ کو سمجھ میں نہیں آ رہا۔ اب تو گھر کی گواہیاں سامنے آ گئی ہیں۔

شهد شاهد من اهلها (سب ہنسنے لگے) آج تو اہلیہ بھی نہیں ہے۔ اہل کے علاوہ اہلیہ بھی نہیں ہے۔

تو بہر حال! بارش کو دور بادلوں میں سمجھ لیا کرو۔ آپ پر جب برستی ہے تب بھی مشکل سے یقین کرتے ہو بارش ہے بھی یا نہیں اور اگر ہم پہلے سے بھانپ لیتے ہیں اور آپ کو بتا رہے ہوتے ہیں، آپ کو یقین نہیں آ رہا ہوتا۔ آج ہم پھر آپ سے کہنا چاہتے ہیں کہ جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں اسی صوبہ پنجاب میں مدارس پر چھاپے ہیں، مدارس کے مہتممین کے پاس ایک فارم آیا کہ آپ یہ پر کریں تو جب میں نے پڑھا تو میں نے کہا کہ جیل کے قیدی کو بھی یہ فارم نہیں دیا جاتا۔ جیل کے قیدیوں سے بھی یہ تفصیلات نہیں پوچھی جاتیں جواب مدارس کے شریف طبقے سے یعنی علماء سے پوچھتے ہیں اور ہم نے واضح طور پر کہا کہ ہمیں اس طرح کے فارم قبول نہیں ہیں۔ ہم پاکستان میں کسی قیمت پر بھی ذلت کی زندگی قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ (نعرے قائد کی شان میں) جو عزت کالج اور یونیورسٹی کے طالب علم اور پروفیسر کو حاصل ہے، میں کسی بھی طرح سے دینی مدرسے کے طالب علم اور اس کے استاد کی عزت کو کم نہیں سمجھتا۔ جو عزت ہمارے ملک کے بیوروکریٹس کو دی جاتی ہے، خوانین اور وڈیروں کو دی جاتی ہے میں کسی ملک کے ادنیٰ طالب علم اور ادنیٰ عالم دین کی عزت کو اس سے بہت زیادہ سمجھتا ہوں۔ سر اٹھا کر چلو علماء حضرات! یہ پگڑیاں آپ نے پہنی ہوئی ہیں۔ سر اٹھا کے چلنے کے لئے پہنی ہوئی ہیں۔ ان لوگوں کے سامنے سر جھکا کے چلنے کے لئے نہیں پہنی ہوئی۔

میرے محترم دوستو! علماء ہیں آئے روز ان کے خلاف فورشیڈول لگائے جاتے ہیں۔ کون لگاتا ہے؟ ایک ڈپٹی کمشنر یا اسسٹنٹ کمشنر۔ یہ بیوروکریٹ وہ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ میں ملک کا وفادار ہوں۔ معاشرے کا وفادار ہوں یا نہیں۔ میری وفاداری کا امتحان مت لو۔ میں آپ کی وفاداری کا امتحان لوں گا تم کتنے پاکستان کے وفادار ہو۔ آئین مجھے حق دیتا ہے اظہار رائے کا، آئین مجھے حق دیتا ہے تنقید کا، تم فورشیڈول کے ذریعے میری زبان بندی کر رہے ہو؟

میرا عالم دین اب مسجد میں خطبہ نہیں دے سکے گا۔ اب مدرسے میں جا کر درس نہیں دے سکے گا۔ اب قرآن نہیں پڑھا سکے گا۔ درس قرآن نہیں دے سکے گا۔ درس حدیث نہیں دے سکے گا۔ جمعے کا خطبہ نہیں دے سکے گا۔ مہتمم مدرسے کے دفتر میں نہیں جا سکے گا۔ اس جمہوریت کے لئے ہم نے قربانیاں دی تھیں؟ اس کے بعد بھی آپ حکمران خود کو جمہوری لوگ کہتے ہو؟ اور میں نے میاں صاحب کو کہا ہے۔ میاں صاحب! اس لئے آپ نے آٹھ نو سال جدے اور لندن میں گذارے تھے؟ کہ پنجاب میں یہ جمہوریت آپ نے ہمیں دینی ہے۔ جب علماء آپ کا ساتھ دے رہے تھے، مذہبی تنظیمیں آپ کا ساتھ دے رہی تھیں، آج ان کے احسان کا بدلہ یوں چکا رہے ہو؟ دہشت گردی ختم کرنی ہے؟ مجھے بلا لو نہ؟ مجھے بلا لو مجھ سے پوچھ لو، میں تمہیں انگلی اٹھا اٹھا کے بتاؤں گا۔ یہ دہشت گرد ہے یہ تنظیم یہ تنظیم یہ تنظیم۔ وہ تو آپ کے پروں کے نیچے پل رہے ہیں اور مدرسے کے اندر ایک مولوی صاحب اور ایک طالب علم کے بارے میں کہیں رپورٹ آ گئی ہے پورے ادارے کی تذلیل و توہین کرنا یہ تمہاری ذمہ داری ہو گئی ہے؟ منظم اور مسلح تنظیمیں آپ کی نگرانی میں آپ کے پاکستان میں مصروف عمل ہیں۔ مدرسوں میں تم دہشت گرد ڈھونڈ رہے ہو؟ میں جتھوں کے جتھے آپ کو بتاؤں گا مجھے بلاؤ تو سہی ذرا۔ (نعرے قائد کی شان میں) تو میرے محترم دوستو! یہ ابتلاء کا دور ہے جو گذر رہا ہے۔ ہمارے اندر استقامت ہونی چاہئے۔ ہمارے اعصاب کی جنگ ہے اور انشاءاللہ! مضبوط اعصاب سے ہم نے یہ جنگ جیتنی ہے۔ انشاءاللہ!

انشاءاللہ کس نیت سے کہہ رہے ہو؟ مجھے روایت میں شک ہو جاتا ہے۔ سب کچھ اللہ کی مشیت سے ہے۔ دعا کرو، اللہ ہمیں توفیق عطاء فرمائے۔ آمین! کہ اللہ کی توفیق کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ ہم عاجز ہیں اللہ کے سامنے، ہم اللہ کے سامنے ہاتھ بلند کرتے ہیں اپنے عجز کے ہاتھ بلند کرتے ہیں کہ یا اللہ العالمین! یہ تیرے چند بندے آپ کے دین کا نام لیتے ہیں۔ اس چھوٹے سے جتھے کی حفاظت فرما (آمین) اس دور میں یہ غنیمت ہے ہماری خطاؤں کو مت دیکھ یا اللہ! اپنی شان کے مطابق معاملہ فرما۔ ہمارے دلوں کی دنیا کو سیدھا کرنے والا تو ہے، ان قلوب بنی آدم بين اصبعي الرحمن يقلبها كيف يشاء، تو ان حالات میں اللہ کی طرف رجوع کرنا۔ یہ مسلمان کا ایک لازمی فرض بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی تائید سے سرفراز فرمائے۔ (آمین) اور جس محاذ پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کام کر رہی ہے انشاءاللہ! ہمیں قدم بہ قدم میدان میں اپنا ہمرکن تصور کرے۔ انشاءاللہ! اس محاذ پر ہم آپ کے ساتھ رہیں گے۔ یہ ہمارے ایک ساتھی ہیں۔ ان کے ماموں صاحب وفات پا گئے ہیں ان کے لئے بھی دعا فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔ آمین!

وصلى الله تعالى على خير خلقه سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين

سیرت النبی ﷺ پروگرامز حیدرآباد

رپورٹ: ابن مشتاق احمد

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حیدرآباد کے زیر اہتمام سیرت النبی کے عنوان سے آٹھ دن میں تقریباً ۲۲ کے قریب پروگرامز منعقد ہوئے۔ تمام پروگرامز کی سرپرستی مولانا عبدالسلام قریشی (امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حیدرآباد) اور نگرانی قاری عبدالرشید (خلیفہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ) نے کی۔

پروگرامز ۶ ربیع الاول بروز جمعہ:

وفاق المدارس حیدرآباد ڈویژن کے مسئول مولانا سیف الرحمن نے جامع مسجد فاروق اعظمؓ (تلک چاڑی) میں، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حیدرآباد کے مبلغ مولانا توصیف احمد نے مرکزی جامع مسجد (قاسم آباد) میں، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نواب شاہ کے مبلغ مولانا تجمل حسین نے گول مسجد قاسم آباد میں جمعہ کے اجتماعات سے خطاب کئے جبکہ بعد از عشاء مولانا توصیف احمد نے جامع مسجد نورانی لیاقت کالونی، مولانا تجمل حسین نے محمدی مسجد گوشالہ میں بیانات کئے۔ پروگرامز میں مقامی علماء ورفقاء، قاری محمد عارف، حاجی محمود، مولانا محمد ابراہیم، مولانا عبدالرحمن، فاروق آزاد، محمد آفاق احمد و دیگر کئی احباب نے شرکت کی۔

پروگرامز ۷ ربیع الاول بروز ہفتہ:

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میرپور خاص کے مبلغ مولانا محمد علی صدیقی نے بعد مغرب جامع مسجد کرم مصطفی بھٹائی کالونی، جبکہ بعد عشاء جامع مسجد ختم نبوت بہار کالونی کوٹری، مولانا توصیف احمد نے مدرسہ زم زم بدین اسٹاپ میں جمیعت علماء اسلام لطیف آباد کے امیر مولانا ضیاء الرحمن طاہر کے فرزند محمد ولی اللہ کے تکمیل قرآن پر منعقدہ تقریب سے، جبکہ بعد عشاء، جامع مسجد قدیمی سہوانی محلہ کوٹری شہر میں، مولانا تجمل حسین نے نور مسجد گلستن آباد میں بیانات کئے۔ پروگرامز میں حاجی زمان خان، مولانا عبدالمجید بانچوی، حافظ عبدالرزاق، مولانا محمد فیصل، قاری محمد اعظم طاہر نے شرکت کی۔

حاضری مرقد مولانا محمد رب نواز جلالپوریؒ:

مولانا محمد علی صدیقی، مولانا توصیف احمد نے شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی سعید احمد جلالپوریؒ کے برادر کبیر، عالمی مجلس حیدرآباد ڈویژن کے سرپرست حضرت مولانا محمد رب نواز کی قبر پر ان کے مدرسہ جامعہ عربیہ خاتم النبیین کوٹری میں حاضری دی اور ایصال ثواب کیا۔ اس کے بعد مدرسہ کے مہتمم، حضرتؒ کے صاحبزادے مولانا محمد عاصم سے ملاقات کی بعدازاں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مجاہد، مرید خاص حضرت خواجہ خان محمدؒ و حضرت خواجہ خلیل احمد، حاجی زمان خان سے ملاقات کی۔ حاجی صاحب نے پختون روایت کے مطابق مہمانوں کی کھانے سے تواضع کی۔

پروگرامز ۸ ربیع الاول بروز اتوار:

مولانا محمد علی صدیقی نے بعد عشاء مدرسہ سیدنا صدیق اکبر نورانی بستی میں بیان اور مولانا توصیف احمد نے چراغ مسجد میانی روڈ میں ہفتہ وار درس قرآن اور قاری محمد اعظم طاہر نے بخاری مسجد نیا پل میں بیان کیا۔ پروگرام میں قاری خالد محمود، مولانا گلزار احمد، مولانا سہیل احمد، مدرسہ کے اساتذہ کرام، قاری عبدالرشید، مفتی محمد خبیب نے شرکت کی۔

پروگرام ۹ ربیع الاول بروز پیر:

مولانا توصیف احمد نے بعد عشاء پشاوری مسجد شاہی بازار میں سیرت النبی کے عنوان پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ پروگرام میں مولانا شکیل الزمان، قاری عبدالرشید نے شرکت کی۔

پروگرام ۱۰ ربیع الاول بروز منگل:

مولانا توصیف احمد نے بعد عشاء مکان بھائی ناصر قاضی عبدالقیوم روڈ نزد قائم خانی مسجد میں ماہانہ پروگرام سے عقیدہ ختم نبوت پر مدلل گفتگو کی، جبکہ قاری محمد اعظم طاہر نے نہروالی مسجد نزد رشی گھاٹ میں بیان کیا۔ پروگرام میں مولانا عبدالحمید، مفتی محمد نعمان، مولانا فیضان اور تبلیغی احباب نے بھرپور شرکت کی۔

پروگرام ۱۱ ربیع الاول بروز بدھ:

مولانا توصیف احمد نے بعد عشاء، مکی مسجد پٹھان کالونی اور حافظ خالد حسن دھامرا نے مدینہ مسجد پکا سومرو میں اجتماعات سے بیانات کئے۔ پروگرام میں مولانا شمس الحق، قاری عبدالرشید، قاری محمد زبیر اور مدرسہ تعلیم القرآن کے طلباء نے بھرپور شرکت کی۔

پروگرام ۱۲ ربیع الاول جمعرات:

مولانا توصیف احمد نے بعد عشاء آرائیں گوٹھ میں تفصیلی بیان کیا، مسجد میں کالج، یونیورسٹی کے طلباء پر مشتمل سہ روزہ کی جماعت بھی آئی ہوئی تھی جس کو مدنظر رکھتے ہوئے مولانا نے آخر میں فکر آخرت پر گفتگو کرتے ہوئے تشکیل بھی کی۔ بعدازاں جامع مسجد وحدت کالونی میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام منعقدہ محفل حمد و نعت میں شرکت کی، جس میں کراچی کے حافظ محمود خاطر نے حمد و نعت اور قاری جواد تحسین، قاری حبیب الرحمن (دارالعلوم کراچی)، قاری عطاء الرحمن (دارالعلوم کراچی)، حافظ محمد اسد

مدرسہ سیدنا صدیق اکبر نورانی بستی) نے قرآن کریم کی تلاوت کی۔ آخر میں مولانا محمد ایوب بندھانی نے بیان اور دعا کی۔ محفل میں مولانا محمد رمضان میمن (جامعہ مفتاح العلوم)، مولانا مخدوم روشن صدیقی، قاری خالد محمود نے شرکت کی اور پروگرام کی مکمل سرپرستی مسجد ہذا کے خطیب، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مشفق مولانا جمیل الرحمن نقشبندی نے کی۔

تبلیغی جماعت کی نصرت:

مولانا توصیف احمد نے بعد عصر سائٹ ایریا نزد ہاشمی کالونی سپر اسٹار موٹر سائیکل کمپنی کی مسجد میں سہ روزہ جماعت کی نصرت کی۔ رفقائے سہ روزہ جماعت، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ والہانہ عقیدت رکھتے ہیں، ختم نبوت کے کارکن خاص منور حسین جمعرات کے جملہ پروگرام میں مولانا توصیف کی معیت میں رہے۔

پروگرام ۱۳ربیع الاول بروز جمعہ:

مولانا توصیف احمد نے مبارک مسجد لطیف آباد نمبر ۸ میں جبکہ مولانا ضیاء الرحمن نے زم زم مسجد بدین اسٹاپ میں اجتماعات جمعہ سے خطاب کیا، جبکہ بعد از عشا مولانا محمد علی صدیقی نے قاسم مسجد چھوٹی گھنٹی میں منعقدہ پروگرام سے خطاب کیا۔ جامع مسجد قاسم میں شہید ختم نبوت مولانا محمد یوسف لدھیانوی کے خلیفہ اجل حضرت مولانا مفتی محمد نعیم میمن کی اصلاحی مجلس ہوتی ہے۔ان تمام پروگرام میں قادیانی مصنوعات کے بائیکاٹ کی بھی اپیل کی گئی اور ماہنامہ لولاک، ہفت روزہ ختم نبوت کے مستقل خریدار بننے کی بھی ترغیب دی گئی۔ بڑی تعداد میں عوام الناس ماہنامہ لولاک، ہفت روزہ ختم نبوت کے خریدار بنے اور وعدہ کیا کہ قادیانی مصنوعات کا بائیکاٹ کریں گے۔

اللہ رب العزت جملہ پروگرامز کو قبول فرمائیں اور ہمارے لئے نجات کا ذریعہ بنائیں۔ آمین۔ ☆

حق وصداقت کے ترجمان

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند حضرت مولانا حفیظ الرحمن واصف نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ راقم الحروف (واصف) ریل کے سفر میں حضرت والد ماجد کے ہم رکاب تھا، جس ڈبے میں ہم دونوں تھے اسی میں دہلی کے سوداگروں میں سے دو معزز دولتمند حضرات بھی ہمسفر تھے اوران کے قریب بھاری بھرکم قادیانی مبلغ بھی بیٹھے تھے اور مرزا غلام احمد قادیانی کی صداقت اور نبوت پر گفتگو ہورہی تھی، ان میں سے ایک بڑا مولوی بڑے زور وشور سے بول رہا تھا بڑا لسان اور طرار معلوم ہوتا تھا۔ حضرت والد ماجد کچھ فاصلے پر تھے اوران لوگوں کی گفتگو سن رہے تھے۔ قادیانوں کے مخاطب بھی کبھی جواب دیتے تھے مگر پھر لاجواب ہوجاتے تھے۔ آخر حضرت نے فرمایا! کہ میں آپ لوگوں کی گفتگو میں شامل نہیں ہونا چاہتا تھا مگر یہاں معاملہ دین کا ہے اس لئے خاموش نہیں رہ سکتا۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ نے ابھی یہ جو فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور مرزا صاحب کی نبوت سے ختم نبوت میں کوئی نقصان واقع نہیں ہوتا کیونکہ مرزا کی نبوت حضور کی نبوت کا ایک جزو اور ضمیمہ ہے تو یہ فرمایے کہ نبی علیہ السلام کے اس قول لا نبی بعدی میں تو کسی قسم کی نبوت کی تخصیص نہیں ہے۔ مطلق نبوت کی نفی ہے ظلی غیر ظلی بروزی کی تخصیص کا ثبوت کہیں نہیں ملتا۔ لائے نفی جنس نے نبوت کے تمام اقسام اور اصناف کی نفی کردی ہے پھر بھی بیچ میں نبوت ظلی کیسی؟ قادیانی مولوی نے جواب دیا کہ جس طرح سچا خواب نبوت کا چالیسواں حصہ ہے اسی طرح ظلی نبوت بھی ہوتی ہے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا دائرہ عمل قیامت تک ہے آپ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے آپ ہی کے دین کی تجدید کے لئے نبی آسکتا ہے اور اس سے آپ کی نبوت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ حضرت مفتی اعظم نے فرمایا کہ نبوت کا چالیسواں حصہ اگر کسی کو عطا کیا جائے تو وہ شخص نبی نہیں بن جائے گا انسان کی ایک انگلی کو انسان کا لقب نہیں دیا جاسکتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ کے دعویٰ کے مطابق قیامت تک کے لئے نبی ہیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا؟ بولئے جواب دیجئے۔ حضرت نے کئی مرتبہ فرمایا بولئے جواب دیجئے مگر ادھر ایسا سناٹا تھا کہ صدائے برنخاست قادیانی اک دم مبہوت ہوگئے بالکل جواب نہ دے سکے پھر فرمایا کہ آپ لوگوں کا یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے لئے نبی ہیں خود اس امر کا اقرار ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد نبوت کا عہدہ کبھی کسی کو عطا نہیں کیا جائے گا دوران نبوت میں کسی اور نبی کی بعثت کے کیا معنی؟ اور اس کی ضرورت کیوں؟ بولئے جواب دیجئے.....

مگر صدائے برنخاست قادیانیوں پر اوس پڑگئی اور شکست خوردگی کی وجہ سے چہرے زرد اور ہونٹ خشک ہوگئے اور بالکل ساکت اور صامت ہوگئے تو حضرت والد ماجد نے تقریباً ایک گھنٹے تک قادیانیت کے رد میں مسلسل تقریر فرمائی اس کے بعد دہلی کے ہمسفر حضرات نے دریافت کیا کہ حضرت آپ اپنا تعارف فرمایئے؟ فرمایا کہ مجھے کفایت اللہ دہلوی کہتے ہیں مدرسہ امینیہ کا مدرس ہوں، اس وقت کا منظر بڑا عجیب تھا، ڈبے کے تمام ہمسفر مسلمانوں نے یہ تقریر سنی بہت شکریہ ادا کیا اور ان دولت مند حضرات نے کہا کہ حضرت ہم تو مذبذب تھے آپ نے بروقت ہماری دستگیری کی اور اپنی کوتاہی پر بڑے نادم ہوئے کہ دہلی میں رہتے ہوئے ہم شرف رفاقت سے محروم تھے ادھر قادیانیوں کا حال یہ تھا ادھر اُدھر کی باتوں کا حال بھی بھول گئے۔ (تین بڑے مسلمان صفحہ ۲۵)

مرسلہ: قاضی محمد اسرائیل گڑنگی مانسہرہ

جاوید احمد غامدی

سیاق وسباق کے آئینہ میں

حضرت مولانا فضل محمد مدظلہ

سترھویں قسط

۴:.....تعلیم وتعلم میں:

یہ غامدی صاحب کے منشور کا چوتھا بڑا عنوان ہے، جس کے تحت پندرہ دفعات مذکور ہیں۔ پہلا دفعہ یہ ہے:

"پورے ملک میں تعلیم کا ایک ہی نظام رائج کیا جائے، تعلیمی نظام میں مذہبی وغیر مذہبی اور اردو یا انگریزی ذریعہ تعلیم کی ہر تفریق بالکل ختم کر دی جائے۔" (منشور، ص:۱۴)

تبصرہ:.....ایسا لگتا ہے کہ غامدی صاحب کو ملک پاکستان میں دینی مدارس کی مذہبی تعلیم آنکھوں میں کھٹک رہی ہے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ انگریزی تعلیم کو نہ کوئی ہٹا سکتا ہے، نہ کوئی اس کا سوچ سکتا ہے۔ اسی طرح انگریزی ذریعہ تعلیم کو بھی کوئی نہیں چھیڑ سکتا ہے، لہٰذا ان کے خیال میں مذہبی تعلیم اور اردو ذریعہ تعلیم دونوں بیکار ہیں اور یہی دونوں ان کے تیروں کا شکار ہیں، ورنہ اس دفعہ کا کوئی اور مفہوم نہیں بن سکتا ہے، کیونکہ جب اردو ذریعہ تعلیم بھی نہ ہو، انگریزی ذریعہ تعلیم بھی نہ ہو، مذہبی تعلیم بھی نہ ہو، انگریزی تعلیم بھی نہ ہو تو پھر اس ملک میں کیا رہ گیا؟ نہ معلوم غامدی صاحب اس دفعہ سے کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں؟

دینی مدارس میں اصلاحات اور غامدی:

اوپر بڑے عنوان "تعلیم وتعلم" کے تحت منشور کے دفعہ:۹ میں غامدی صاحب نے دینی مدارس کے بارے میں اصلاحات کی بات کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"اس وقت جو دینی مدارس ہمارے ملک میں موجود ہیں انہیں اصلاحات پر آمادہ کرنے کے ساتھ حکومت اپنے اہتمام میں اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے جامعات قائم کرے۔" (منشور، دفعہ:۹، ص:۱۶)

تبصرہ:..... ایک طویل عرصہ سے حکومت پاکستان کے بڑے عہدے داروں، وزارت تعلیم کے نمائندوں اور بڑے افسروں کی طرف سے آئے روز دینی مدارس کی اصلاحات کے لیے بیانات جاری ہوتے رہتے ہیں۔ حکومت نے ہمیشہ دینی مدارس کو شک کی نگاہ سے دیکھا ہے اور وقتاً فوقتاً ان پر ہاتھ بھی ڈالا ہے، کئی ایک مدرسوں کو بند بھی کیا ہے اور کئی مدارس پر چھاپے مار کر اس کے اساتذہ اور طلبہ کو گرفتار کر کے پریشان بھی کیا ہے اور تا حال یہ سلسلہ جاری ہے۔ سوات وبونیر اور وزیرستان اور دیر وباجوڑ پر فوجی چڑھائی کر کے ہزاروں مدارس کو نیست ونابود کر دیا ہے۔ پچھلے دس سال تک جب فوجی آمر پرویز مشرف کی حکومت تھی تو اس نے غیر ملکی بے بس مظلوم طلبہ کو زبردستی ملک سے بھگا دیا اور آئندہ دین پڑھنے کے لئے باہر کی دنیا سے آنے والوں پر پابندی لگا دی، حالانکہ وہ طلبہ قانون پاکستان کے مطابق ویزہ لے کر آتے تھے۔

افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ دنیا کے ہر قسم کے کافر ہندو، یہودی، عیسائی، پارسی، بدھسٹ بڑے اطمینان سے ہمارے ملک میں آکر کالجوں یونیورسٹیوں اور جامعات میں پڑھتے ہیں اور یہاں پڑے رہتے ہیں، نہ معلوم وہ ملک کے خلاف کس طرح سازشوں اور جاسوسیوں میں ملوث ہوتے ہوں گے اور ملک کے وقار وعظمت کو فحاشی کے ذریعہ سے کتنا نقصان پہنچاتے ہوں گے۔ یہ سب کچھ اس لئے برداشت ہے کہ وہ بے دینی پڑھ کر واپس جاتے ہیں اور جو دین پڑھنے کے لئے آتے ہیں اور ملک کی نیک نامی کا ذریعہ بنتے ہیں وہ ایک لمحہ کے لئے برداشت نہیں ہیں، حالانکہ دنیا کا بین الاقوامی قانون ہے کہ تعلیم ہر انسان کا حق ہے اور اس میں وہ آزاد ہے۔ اگر ایسا ہے تو پاکستان میں دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے آنے والوں پر پابندی کیوں ہے؟ حالانکہ یہ ملک دین اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے۔

غامدی صاحب نے اس دفعہ:۹ کی عبارت میں لکھا ہے کہ حکومت خود مہتمم بن جائے اور اپنے اہتمام کے تحت ماڈل مدرسے بنائے اور اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے جامعات قائم کرے۔

تبصرہ:.....غامدی صاحب کی خواہش پر ان کے مرشد عام پرویز مشرف صاحب کے دور حکومت میں اس طرح ماڈل مدرسے بنائے بھی گئے، لیکن "کھودا پہاڑ اور نکلا چوہا" والی بات صادق آگئی اور ان کا کوئی قابل ذکر مدرسہ باقی نہ رہا، کیونکہ "ما کان للّٰہ یبقی وما کان لغیرہ یفنی" "یعنی جو کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہوتا ہے وہ باقی رہتا ہے اور جو غیر اللہ کے لئے ہوتا ہے وہ فانی ہو جاتا ہے، چنانچہ ان ماڈل مدرسوں کے بنانے والے بھی نہ رہے اور وہ ماڈل مدرسے بھی نہ رہے۔ پرویز مشرف کو ملک سے بھاگنے کا موقع نہیں ملتا اور غامدی صاحب بھاگ کر ملائیشیا جا کر بیٹھ گئے۔ جن لوگوں نے دین اسلام کے طلبہ کو ویزہ ہونے کے باوجود زبردستی یہاں سے نکال

دیا، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اپنے ملک سے بھگا دیا۔

میں پوچھتا ہوں غامدی صاحب دینی مدارس میں کیا اصلاحات چاہتے ہیں؟ جس مقصد کے لئے دینی مدارس میں طلبہ آتے ہیں وہ مقصد پورا ہو جاتا ہے، علماء تیار ہوتے ہیں، امام وخطیب تیار ہوتے ہیں، مصنفین تیار ہوتے ہیں، داعی تیار ہوتے ہیں، خدا ترس اور متقی پرہیزگار علماء تیار ہوتے ہیں، مفتیان کرام اور قرآن کے حفاظ تیار ہوتے ہیں اور مسلمانوں کی دینی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مضبوط اور فعال کارکن تیار ہوتے ہیں اور لطف یہ کہ حکومت کا ایک پیسہ بھی ان پر خرچ نہیں ہوتا، بلکہ اس ملک کی ایک بڑی آبادی کا بوجھ جو حکومت کے سر ہوتا ہے وہ یہ مدارس اٹھاتے ہیں۔

میں پوچھتا ہوں غامدی صاحب کیا اصلاحات چاہتے ہیں؟ کیا ان کا مقصد یہ ہے کہ طلبہ ڈاڑھیاں کٹوائیں؟ پتلون پہن کر ٹائی لگا کر ڈانس شروع کریں؟ اور زمانے کے سب سے زیادہ کرپٹ بن کر ملک کے لئے ناسور بن جائیں؟ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کی مدد کا ہاتھ ان دینی مدارس پر ہے، ان میں بے شمار کمزوریاں سہی، پھر بھی اللہ تعالیٰ ان کی مدد کر رہا ہے۔ الحمدللہ! دینی مدارس میں دنیا بھی آگئی اور دین بھی ہاتھ آیا اور غامدی صاحب کے مقبول جامعات میں نہ دین ہاتھ آیا اور نہ دنیا ہاتھ آئی۔ خلاصہ کے طور پر یہ بات کہہ دوں کہ دینی مدارس میں انبیاء کرام علیہم السلام کی میراث پڑھائی جاتی ہے اور ان میں انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث بیٹھے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ دنیوی اسکول وکالج میں آج تک کوئی حافظ وعالم نہیں بن سکا، حالانکہ اس تعلیم پر اربوں روپے سرکاری خزانہ سے خرچ ہو رہے ہیں، تو غامدی صاحب سوچ لیں کہ اصلاحات کی ضرورت کہاں پر ہے؟

غامدی صاحب اور مدارس کا داخلہ:

غامدی صاحب اپنے منشور کے بڑے عنوان ''تعلیم وتعلم'' کے تحت دفعہ:۱۲ میں لکھتے ہیں:

''ہندسہ اور طب کی جدید درسگاہوں کی طرح ان جامعات میں بھی صرف وہی طلبہ داخل کئے جائیں جو کم سے کم ایف اے یا ایف ایس سی تک اپنی تعلیم عام درسگاہوں میں مکمل کرچکے ہوں۔'' (منشور ص:۱۶)

تبصرہ:..... غامدی صاحب نے دینی مدارس کے داخلے کے لئے عجیب تجویز دی ہے، اگر اس کے آسرے پر مدرسوں والے بیٹھ جائیں تو شاید سال میں ایک آدھ داخلہ مشکل سے ہوگا۔ بھلا جو شخص ایف اے کرلے وہ ملازمت کے چکر میں پھرے گا یا نورانی قاعدہ، ناظرہ اور اعدادیہ میں فارسی قاعدہ، میزان الصرف اور نحو میر میں یہ بوڑھا آکر بیٹھے گا؟ غامدی صاحب کی یہ عجیب تجویز ہے، مگر حقیقت میں غامدی صاحب تعلیم کی ترقی کا ارادہ نہیں رکھتا ہے، بلکہ ان مدارس کو ایک چال کے ذریعے سے بند کروانا چاہتا ہے، لیکن اس کی اس چال کے جال میں علماء کیا ایک مجنون شخص بھی نہیں پھنس سکتا ہے، لہٰذا منشور میں اس دفعہ کے لکھنے سے نہ لکھنا زیادہ بہتر تھا۔

غامدی صاحب دینی مدارس کو نصاب دے رہے ہیں:

غامدی صاحب اپنے منشور کے بڑے عنوان ''تعلیم وتعلم'' کے تحت دفعہ:۱۳ میں لکھتے ہیں:

''مدت تدریس پانچ سال ہونی چاہیے اور اس کا نصاب اس طرح ترتیب دیا جائے کہ اس میں محور ومرکز کا مقام قرآن مجید کو حاصل ہو، تدریس کی ابتداء اسی سے کی جائے اور اس کی انتہا بھی یہی قرار پائے۔ علم وفن کی ہر وادی میں طلبہ اسے ہاتھ میں لے کر نکلیں اور ہر منزل اسی کی رہنمائی میں طے کی جائے۔ نحو وادب، فلسفہ وکلام اور فقہ وحدیث کے لئے اسے معیار مانا جائے اور ہر چیز کے رد وقبول کا فیصلہ اس کی آیات بینات ہی کی روشنی میں ہو۔ ایمان وعقیدہ کی ہر بحث اس سے شروع ہو اور اسی پر ختم کی جائے، طلبہ کو بتایا جائے کہ بوحنیفہ وشافعی، بخاری ومسلم، اشعری وماتریدی اور جنید وشبلی سب پر اسی کی حکومت قائم ہے اور اس کے خلاف ان میں سے کسی کی کوئی چیز بھی قبول نہیں کی جاسکتی ہے۔'' (منشور:۱۶)

تبصرہ:..... منشور کے اس دفعہ کی عبارت کافی لمبی ہے اور کئی جملے قابل گرفت ہیں۔ سب سے پہلا جملہ کہ ''مدت تدریس پانچ سال ہونی چاہیے'' قابل گرفت ہے۔ غامدی صاحب سے پوچھا جائے کہ یہ تدریس کیا چیز ہے؟ اگر اس سے کسی مدرسہ کے مدرس کی تدریس مراد ہے تو کیا کسی مدرس کے لئے یہ ضروری ہے کہ پانچ سال تک تدریس کرے اور پھر ریٹائرڈ ہو جائے؟ یہ تجویز تو کسی عقل مند انسان کی نہیں ہوسکتی ہے اور نہ دنیا میں کسی قانون میں تدریس کے لئے مدت پانچ سال کسی نے مقرر کی ہے۔ اگر غامدی صاحب نے تدریس کا یہی مطلب لیا ہے تو اس کی عقل وعلم، دانشوری اور پروفیسری پر ماتم کی ضرورت ہے۔ اگر غامدی صاحب نے مدت تدریس سے طالب علم کے پڑھنے کا زمانہ مراد لیا ہے تو ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس کو مدت تعلیم کہتے ہیں، مدت تدریس نہیں کہتے ہیں۔ جو شخص تعلیم اور تدریس میں فرق نہیں کرسکتا ہے وہ پرلے درجے کا غافل ہے، اس کو قطعاً یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اکابر علماء اور مدرسین کو مشورے دیتا رہے اور ان کے لئے نصاب تعلیم مقرر کرتا پھرے۔

غامدی صاحب نے یہ غلطی اپنے منشور میں بار

باریک ہے، اس سے پہلے منشور کے دفعہ دس میں لکھتے ہیں کہ ان جامعات میں تدریس کی ذمہ داری صرف ان اہل علم کو سونپی جائے۔ یہاں تدریس سے مدرس کی تدریس مراد لی ہے۔ غامدی صاحب کو معلوم نہ ہوسکا کہ عرف اور علماء کی اصطلاحات نے تعلیم کو متعلم وطالب علم اور تدریس کو مدرس کے ساتھ خاص کیا ہے۔ یہ علمی میدان ہے، اس میں کئی باریکیاں ہیں، صرف سر منڈانے سے آدمی قلندر نہیں بنتا، کسی نے خوب کہا ہے:

ہزار نکتۂ باریک تر ز مو ایں جا است
نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

یعنی یہاں ہزاروں نکتے ہیں جو بال سے زیادہ باریک ہیں، ہر سر منڈوانے والا قلندر نہیں بنتا۔ ہم غامدی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ پانچ سال میں طالب علم کیا علم حاصل کرے گا؟ اور کیا عالم بنے گا؟

آگے عبارت میں دوسرا جملہ یہ ہے کہ:

”ہر چیز کے رد وقبول کا فیصلہ اس کی آیات بینات ہی کی روشنی میں ہو۔“

اس جملہ میں مکمل طور پر حصر ہے کہ کسی حکم کا قبول کرنا یا رد کرنا قرآن ہی سے ہو، اس طرح کے جملے منکرین حدیث نے انکار حدیث کے لئے پرانے زمانے سے استعمال کئے ہیں، قدیم وجدید منکرین حدیث کا یہ جملہ ہے: ”حسبنا کتاب اللّٰہ“ یعنی ہمیں صرف قرآن کا حکم کافی ہے، کسی فقہ وحدیث کو دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس قسم کے جملوں کا جواب خود ارشاد فرمایا تھا جو مشکوٰۃ شریف کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ کی فصل ثانی کی تین احادیث میں مذکور ہے، ملاحظہ ہو:

ا:.... ”عن أبی رافع رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: لا ألفین أحدکم متکئاً علی أریکتہ یأتیہ الأمر من أمری مما أمرت بہ أو نہیت عنہ، فیقول: لا أدری، ما وجدنا فی کتاب اللّٰہ اتبعناہ۔“ (رواہ احمد والترمذی وابوداود... مشکوٰۃ، ص:۲۹، ط: قدیمی)

”حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ اپنے چھپر کھٹ پر تکیہ لگائے ہوئے ہو اور میرے ان احکام میں سے جن کا میں نے حکم دیا ہے یا جس سے منع کیا ہے، کوئی حکم اس کے پاس پہنچے اور وہ (اسے سن کر) یہ کہہ دے کہ میں کچھ نہیں جانتا، جو کچھ ہمیں خدا کی کتاب میں ملا ہم نے اس کی پیروی کی۔“

”لا ألفین أحدکم“ یعنی تم ایسی حالت میں مبتلا نہ ہو جاؤ کہ میں تم کو اس حالت میں پالوں۔

”متکئاً علی أریکتہ“ ”تخت شاہی“ کو ”اریکۃ“ کہتے ہیں جس کی جمع ”ارائک“ ہے۔ اس کو چھپر کھٹ بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ اس شخص کی نہایت غرور وتکبر کی کیفیت کا بیان ہے، نیز اس میں عیش وترفہ اور نازونعم کی طرف بھی اشارہ ہے۔ ”امر“ یہاں مطلق دین اسلام مراد ہے، امر ہو یا نہی ہو یا کوئی اور حکم ہو۔

اس حدیث میں منکرین حدیث پر بلیغ رد وتردید ہے جو اپنے آپ کو اہل قرآن کہتے ہیں اور جہالت کی وجہ سے احادیث کا انکار کرتے ہیں، نہایت غرور وتکبر کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے بس صرف قرآن ہی کافی ہے۔ اس کا مشاہدہ علماء حق نے اس وقت کیا تھا جب وہ وفد کی شکل میں عبداللہ چکڑالوی منکر حدیث کے پاس گئے تھے، وہ چھپر کھٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور غرور کے ساتھ علماء سے کہہ رہا تھا ”حسبنا کتاب اللّٰہ“ کہ بس ہمارے لئے صرف قرآن ہی کافی ہے۔

قرآن کی طرح احادیث بھی واجب

دینی اداروں کے خلاف مہم بند کی جائے: وفاق المدارس

درس گاہوں کی آزادی کا ہر صورت دفاع کریں گے: بنوری ٹاؤن میں تحفظ مدارس اجتماع

کراچی (اسٹاف رپورٹر) وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے زیر اہتمام ”تحفظ وبیداری مدارس دینیہ“ مہم کے سلسلے میں اتوار کو جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان کی زیر صدارت اجتماع ہوا۔ جس سے نائب صدر مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، جنرل سیکریٹری قاری محمد حنیف جالندھری، مولانا عبدالقیوم نعمانی، مولانا زر ولی خان، مولانا اسفندیار خان، مولانا امداد اللہ، مولانا حکیم مظہر، مفتی محمد نعیم اور قاری محمد عثمان نے خطاب کیا۔ اجتماع میں کراچی کے چھ اضلاع سے مدارس کے سربراہوں نے بھی شرکت کی۔ وفاق المدارس کے راہنماؤں نے مدارس کی حریت وآزادی کے دفاع کرنے کے عزم کا اعادہ کرتے ہوئے مدارس کے خلاف مہم بند کرنے کا مطالبہ کیا اور کہا کہ مدارس، منتظمین اور علماء کرام ملک کی سرحدوں کے محافظ ہیں۔ انہیں تنگ کرنے کا سلسلہ فوری بند کیا جائے۔ وفاقی وزیر داخلہ کے قومی اسمبلی میں بیان ”مدارس دہشت گردی میں ملوث نہیں“ کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ قاری محمد حنیف جالندھری نے کہا کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا اور اسلام ہی اس ملک کا مقصد رہے گا، جب تک علما مدارس موجود ہیں اس ملک کو سیکولر نہیں بننے دیا جائے گا۔ مدارس کو لاوارث نہ سمجھا جائے۔ انہوں نے کہا کہ ۲۰/ مارچ کو مینار پاکستان کا اجتماع تاریخی ہوگا۔ مدارس اور علماء کرام اس ملک کا اثاثہ ہیں، کچھ قوتیں ہمیں شدت پسندی کی طرف دھکیلنا چاہتی ہیں، تاہم سازش کو کامیاب نہیں ہونے دیا جائے گا۔ مقررین کا کہنا تھا کہ مدارس حکومت کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے، مگر رجسٹریشن کے نام پر ہراساں کیا جا رہا ہے۔ چاروں صوبائی حکومتوں کو اس کا سدباب کرنا چاہئے۔ اجتماع میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے آرگنائزر مولانا محمد ابراہیم سکرگاہی بھی موجود تھے۔ (روزنامہ امت کراچی، ۲۸/ دسمبر ۲۰۱۵ء)

العمل ہیں:

۲:....’’عن المقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ : ألا إنی أوتیت القرآن ومثله معهٗ ألا یوشک رجلٌ شبعان علی أریکته یقول: علیکم بهذا القرآن فما وجدتم فیه من حلال فأحلوه وما وجدتم فیه من حرام فحرموه وإن ما حرم رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کما حرم اللہ، ألا لا یحل لکم الحمار الأهلی ولا کل ذی ناب من السباع ولا لقطة معاهد إلا أن یستغنی عنها صاحبها ومن نزل بقوم فعلیهم أن یقروه وإن لم یقروه فله أن یعقبهم بمثل قراه۔‘‘

(رواہ ابوداؤد.... مشکوٰۃ ص:۲۹، ط: قدیمی)

’’اور حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ’’آگاہ رہو! مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کا مثل، خبردار! عن قریب اپنے چھپر کھٹ پر پڑا ایک شخص کہے گا کہ اس قرآن کو اپنے اوپر لازم جانو (یعنی فقط قرآن ہی سمجھو اور اس پر عمل کرو) اور جو چیز تم قرآن میں حلال پاؤ اس کو حلال جانو اور جس چیز کو تم قرآن میں حرام پاؤ اس کو حرام جانو، حالانکہ جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے حرام فرمایا ہے وہ اس کے مانند ہے جسے خدا نے حرام کیا۔ خبردار! تمہارے لئے نہ اہلی (گھریلو) گدھا حلال کیا ہے اور نہ کچلی رکھنے والے درندے، اور نہ تمہارے لئے معاہد (یعنی وہ قوم جس سے معاہدہ کیا گیا ہو) کا لقطہ حلال کیا ہے، مگر وہ لقطہ حلال ہے جس کی پرواہ اس کے مالک کو نہ ہو اور جو شخص کسی قوم کا مہمان ہو اس قوم پر لازم ہے کہ اس کی مہمانی کریں۔ اگر وہ مہمانی نہ کریں تو اس شخص کے لئے جائز ہے کہ وہ مہمانی کے مانند اُن سے حاصل کرے۔

’’اوتیت القرآن ومثلهٗ ‘‘یعنی قرآن کی طرح احکام کے اثبات کے لئے مجھے احادیث بھی دی گئی ہیں۔ ہاں! فرق اتنا ہے کہ قرآن وحی متلو ہے اور احادیث وحی غیر متلو ہے۔ واجب العمل دونوں ہیں، حلت وحرمت دونوں سے ثابت ہوتی ہے۔ ’’رجل شبعان ‘‘اس لفظ سے اس شخص کی بلادت وحماقت وجہالت اور عیش وعشرت کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ بھرے پیٹ والا بلید اور بے وقوف ہوتا ہے، لہٰذا وہ اس بلادت وجہالت کی وجہ سے احادیث کا انکار کرے گا۔

(جاری ہے)

اعصاب اور مردانہ امراض کیلئے بہترین آزمودہ نسخہ
مکمل علاج مکمل خوراک
فیصل
قیمت 3000 روپے
وزن 600 گرام
معجون قوتِ اعصاب زعفرانی
33 اجزاء کا سیر مرکب

☆ خوشگوار زندگی کے لمحات مزید پرکیف
☆ اعضائے خاص کی تمام بیماریوں میں مفید
☆ قوت خاص اور امساک کے لئے نادر نسخہ
☆ ہضم کی درستگی اور پیدائش خون میں اضافہ کا ضامن
☆ جریان، احتلام، ہڈیوں، پٹھوں کی کمزوری اور تھکاوٹ کیلئے مفید

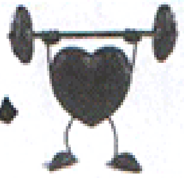
معجون تسکین دل
دل کے تمام امراض کے لیے مفید ہے۔
دل کے درد، شریانوں کی بندش، دل کی کمزوری، دل کی گھبراہٹ دل کا بے ترتیب اور تیز چلنا، بلڈ پریشر کا کم یا زیادہ ہونا اور دل کے دیگر امراض کی اصلاح کرتا ہے۔
جگر و معدہ کی اصلاح کرکے نیا خون پیدا کرتا ہے۔
عام جسمانی کمزوری میں بھی انتہائی مؤثر اور مفید ہے۔
قیمت 1200 روپے
وزن 500 گرام

پاکستان بھر میں فری ہوم ڈلیوری
0314-3085577
فیصل FOODS

REGD. 180

دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نواب شاہ کا پُرشکوہ ماڈل
آیئے.... اس زیرِ تعمیر منصوبہ کی تکمیل میں بھرپور حصہ لیجیے
0331-2012341, 0302-6961841